# کتاب المسائل

ناشر

شعبہ تعلیمات مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ سرگودہا

جملہ حقوق بحق مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ سرگودھا محفوظ ہیں۔

نام کتاب ——— کتاب المسائل

ترتیب ——— سیّد محمد عابدی

تعداد ——— ایک ہزار

طبع ——— اوّل

کتابت ——— افضل الکتابت شہباز شاپنگ سنٹر

پرنٹرز ——— الباسط آرٹ پریس سرگودہا

تاریخ اشاعت

۲۲ر رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ بمطابق یکم جون ۱۹۸۶ء

# کتاب المسائل

اراکین شعبہ تعلیمات مرکز تحقیقات اسلامیہ نے

قابلِ فخر شیعہ علماء اعلام

کی تالیفات و تصانیف سے جنہیں ملّت کا گرانقدر علمی سرمایہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا

سے ترتیب دیا

سیّد محمد عابدی

موقع الأوحد
Awhad.com

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الامین و آلہ المعصومین
ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائہم اجمعین

# افتتاحیہ

رب العالمین کی نظرِ عنایت اور پنجتن پاک علیہم السّلام کی تائید و برکت سے علمی منصوبہ کے معزز امیدواروں کی خدمت میں اس دینی کورس کی پانچویں اور آخری کڑی یعنی "کتاب المسائل" پیش کرنے کی ہمیں سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

جہاں مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ کے ارکانِ شعبہ تعلیمات نے کتابُ التوحید والعدل، کتاب النبوۃ، کتاب الامامت والقیامت، کتاب الفقہ اور کتاب المسائل کی ترتیب میں اختصار کو مدِّنظر رکھتے ہوئے ہر موضوع پر امیدواروں کو مدلل مواد فراہم کیا وہاں مرکز کے علما نے جملہ امیدواروں سے اس دوران مکمل رابطہ قائم رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

الحمد للہ! کہ مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ کی اس آزاد دانشگاہ کے جملہ امیدواروں نے بھی نہایت دلچسپی اور تعاون کے مظاہرہ سے ثابت کر دیا کہ ؏

اگر نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

علمی منصوبہ دینی تعلیم کا ایک جدید طریقِ کار تھا اس کے کئی مراحل تھے جن پہ عبور حاصل کرنا آسان نہ تھا مگر

## آیۃ اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الحاج میرزا حسن الحائری الاحقاقی مدظلہ

نے اپنی سرپرستی سے ہمارا حوصلہ بڑھایا اور یا علیؑ کہہ کر ہم نے اس کے اجراء کا اعلان کر دیا چونکہ ابتدائی تھی اس لئے ہم نے چارسو پنتالیس امیدواروں کی تعداد پر ہی اکتفا کی کراچی سے پشاور، آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات میں مناسبت سے کورس تقسیم کیا گیا جس کی وجہ سے پورے ملک کے نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ میں اس منصوبہ کی پذیرائی ہوئی اور ہر مقام کے دانشوروں نے اسے سراہا۔

ہمارے قومی جرائد اسد، ندائے شیعہ، شہید، شیعہ، دُرِّ نجف، شہابِ ثاقب اور ذوالفقار کے مدیرانِ محترم بھی قابلِ صد ستائش ہیں جنہوں نے نہایت خلوص کے ساتھ اس کی نشر و اشاعت میں بھر پور تعاون فرمایا۔

علمی منصوبہ میں میٹرک سے ایم اے تک اور ایل ایل بی و بی ایڈ کی استعداد کے حامل امیدوار شامل ہیں جن میں طالبات بھی ہیں۔ اگرچہ یہ ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے کہ امیدواروں کا تعلیمی معیار الگ الگ مگر سب کے لئے نصاب ایک۔ اس کا یہ حل اختیار کیا گیا کہ ان کو دو حصّوں میں یعنی معیارِ اعلیٰ (برائے بی اے ایم اے) اور معیارِ عمومی (برائے میٹرک ایف اے) میں تقسیم کر کے سوالیہ پرچوں میں امتیاز قائم کیا جائے۔ اور اسی لحاظ سے کامیاب امیدواروں کے لئے اسناد بھی جدا جدا تجویز کی گئیں۔

**معیارِ اعلیٰ کیلئے ——— عارفِ دینِ حق**

**معیارِ عمومی کیلئے ——— واقفِ دینِ حق**

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم سے کوتاہیاں بھی سرزد ہوئی ہوں گی چونکہ یہ پہلا تجربہ تھا انشاءاللہ آئندہ انہیں دور کرنے کی کوشش کی جائے گی اور دانشورانِ ملت کے مشورے یقیناً ہمارے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔

ہم اپنے جملہ امیدواروں کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اپنی ذاتی مصروفیات کے باوجود ہمارے نصابِ تعلیم کا نہایت انہماک سے مطالعہ کیا جس کا ثبوت آزمائشی سوالیہ پرچوں کے جوابات سے عیاں ہے۔ اب امید ہے کہ وہ سالانہ امتحان (جس کی تاریخ کا عنقریب اعلان ہوگا) میں بھی یہی انداز اختیار کریں گے۔

ہمارا سال اسلامی کیلنڈر کے مطابق ہے یہ سال ۱۴۰۶ھ کا منصوبہ ہے۔ اب آئندہ سال ۱۴۰۷ھ کا منصوبہ ہوگا جس میں داخلہ ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ (بمطابق اگست ۱۹۸۶ء) میں لیا جائے گا اور اب کی مرتبہ ایک ہزار امیدواروں کی تعداد ہوگی۔ انشاءاللہ العزیز

خادمِ ملت

السید بشیر حسین بخاری

صدر مرکز تحقیقات اسلامیہ سرگودھا

سرکار آیۃ اللہ العظمیٰ المرجع الدینی المجاہد الاسلامی الحاج میرزا حسن الحائری الاحقاقی مدظلہ العالی

# عظیم شخصیت اور دینی خدمات

چونکہ بعض حضرات نے آیۃ اللہ العظمیٰ سرکار احقاقی مدظلہ العالی کے حالات معلوم کرنے کی خواہش کا اظہار فرمایا ہے لہذا مناسب سمجھا گیا کہ آپ کے حالات کا مختصر سا بیان کر دیا جائے۔ —— سید رضی

آپ کا تعلق تبریز کے نامور علمی خاندان سے ہے جس میں اکابر مجتہدین پیدا ہوئے۔ آپ کے جدِ امجد آیۃ اللہ میرزا محمد باقر اسکوئی متوفی ۱۳۰۱ھ زہد و تقویٰ میں سلمان العصر کے نام سے مشہور تھے آپ کی تقلید اور دینی مراجعت کا دائرہ عراق، سواحل خلیج قفقاز، ترکستان، آذربائیجان اور تبریز تک پھیلا ہوا تھا۔

آپ کے والدِ گرامی آیۃ اللہ شیخ موسیٰ بھی اپنے دور کے فاضل فقیہ، فلسفی محقق اور جلیل القدر مرجع تقلید تھے اور حرمِ حضرت سید الشہداءؑ کربلا معلیٰ میں امام الجماعت تھے۔

آپ کا حلقۂ تقلید بھی سعودی عرب، کویت، قطیف، بصرہ، تبریز، طہران، مشہد، سمرقند و بخارا تک پھیلا ہوا تھا۔ آپ کا رسالہ عملیہ نجف اشرف اور تبریز میں بارہا عربی و فارسی میں شائع ہوا۔ آپ کی بیش بہا تالیفات نجف اشرف سے شائع ہو کر خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں آپ کی وفات ۱۳۶۴ھ میں ہوئی اور کربلا معلّیٰ میں دفن ہوئے۔

سرکار آیۃ اللہ احقاقی مدظلہٗ العالی نے پانچ سال کی عمر میں کلام پاک ختم کیا اپنے والد بزرگوار کے علاوہ نجف اشرف کے افاضل سے فقہ اور اصولِ کلام سے استفادہ فرمایا پھر مشہد مقدّس کے اکابر مجتہدین آیۃ اللہ سبزواری اور آیۃ اللہ شیخ احمد کفائی (خلف صاحب الکفایہ) کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا آپ کو مجتہدین عظام مشہد مقدّس نجف اشرف و کربلا معلّیٰ کی جانب سے اجازہ اجتہاد حاصل ہوا۔

## آیۃ اللہ احقاقی مجتہدین عظام کی نظر میں

امام الجماعۃ حرم مبارک حضرت امیر المومنینؑ نجف اشرف سرکار آیۃ اللہ السیّد ابراہیم موسوی زنجانی کا ارشاد گرامی

آیۃ اللہ مجاہد آقائے میرزا حسن الاحقاقی ایک شریف النفس و متدین مجاہد و خادمِ اہلِ بیتؑ ہیں۔ اگر آپ اور آپ کے برادر بزرگ مرحوم آیۃ اللہ میرزا علی الحائری نہ ہوتے تو آج کویت میں شیعہ مساجد کے گلدستہ ہائے اذان سے علی ولی اللہ کی صدائیں سنائی نہ دیتیں۔ مذہبِ حقّہ کی ترویج میں ان بزرگوں نے ایران، کویت، شام میں جو خدمات انجام دی ہیں ناقابلِ فراموش ہیں جن کو تاریخ سنہری حروف میں اُجاگر کرے گی

(دستخط و مہر شریف)

## مجاہد کبیر آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے السید محمد شیرازی الحائری کا فرمان

جناب آیۃ اللہ احقاقی اللہ تعالیٰ ان کو مؤید و موفق فرما دے دیگر شیعہ علماء کی طرح ایک عالم دین ہیں اور ان کے مخالفین نے جو ان کے خلاف ہرزہ سرائی اور الزام تراشی شروع کر رکھی ہے وہ بالکل غلط ہے۔

(دستخط و مہر شریف)

## حجۃ الاسلام علامہ آقا السید محمود النجفی الفاطمی فرماتے ہیں

الحاج الشیخ میرزا حسن احقاقی ان عظیم الشان علماء میں سے ہیں جو خصوصی طور پر مسلمانوں میں یکجہتی اور یک زبانی اور مختلف مذاہب اسلام میں اتحاد و خیر سگالی پیدا کرنے کا کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے اور مسلمان علماء میں آپ جیسے مصلح علماء کثرت سے پیدا کرے۔

(دستخط و مہر شریف)

## حجۃ الاسلام آقا شیخ علی عزیز طرابلسی

(صدر جمعیت امام رضا علیہ السلام شام)

اپنی کتاب العلویون صفحہ ۱۵ میں سرکار آیۃ اللہ احقاقی کے اصلاحی کارناموں پر سیر حاصل تبصرہ فرماتے ہوئے اعتراف کرتے ہیں کہ

جناب آیۃ اللہ احقاقی نے شام میں نادار شیعوں کے لئے شاندار مساجد امام بارگاہیں، کتب خانے اور دینی مدارس قائم کئے ہیں جو طلباء دینی نجف اشرف، کویت و قم وغیرہ میں زیر تعلیم ہیں ان کو وظائف دے رہے ہیں۔

## حجۃ الاسلام خطیب العراق شیخ عبدالمنعم الکاظمی النجفی

اپنی شہرہ آفاق کتاب مستطاب "من کنت مولاہ"، جلد ۱ ص ۸ پر آقائے آیۃ اللہ الاحقاقی کے حالات وخدمات کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں:

عالم باعمل ہمارے شیخ اور ہمارے ملجاو ماویٰ حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ فی العالمین شیخ میرزا حسن احقاقی حائری جو اوائل زندگی سے لیکر آج تک حق کی نشرو اشاعت و اعلاء کلمۂ اسلام کے لئے بطور تدریس وخطابت وتالیف جلوہ فگن ہے جس کے بارے میں عراق ایران حجاز کویت تبریز کی علمی محافل گواہ ہیں اور آپ کے اخلاق اور علم وادب کی خوشبو سے علمی مجالس اور دینی مدارس معطر ہیں اور آپ سے علم وعمل کے فیوض وبرکات حاصل کر رہے ہیں اور آپ اہل علم اور مجاہدین دین کی تعظیم اور ان سے حسن سلوک اور ان کی محسنانہ اعانت کی وجہ سے معروف ہیں۔

## اس کتاب پر عالیجناب آیۃ اللہ العظمیٰ آقا السید ابوالقاسم خوئی مدظلہ العالی

کی گرانقدر تقریظ بھی موجود ہے جس سے اس کتاب کی قدر ومنزلت آجاگر ہوتی ہے۔

## مجاہد اسلام سرکار آیۃ اللہ شیرازی مجتہد العصر قم مقدسہ کا مکتوب

حضرت آیۃ اللہ آقائے حاج میرزا حسن احقاقی دام ظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انشاء اللہ جناب کا مزاج کمال صحت کے ساتھ ہوگا مبلغ پانچ لاکھ تومان

طلبائے کے مکانات تعمیر کرنے کے لئے جو آپ نے حضرت حجۃ الاسلام آقائی سید علی دام بقاہ کے ذریعہ بطور لطف مرحمت فرمائے ہیں انشاء اللہ ان کو اسی منصوبہ پر صرف کر دیا جائے گا۔ والسلام

(دستخط و مہر شریف)

## رئیس حوزہ علمیہ زینبیہ آیۃ اللہ کلباسی کا مکتوب

حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ آقا الحاج شیخ میرزا حسن الاحقاقی دام ظلہ العالی

امید ہے کہ آپ کا مزاج ملال سے خالی اور کمال صحت و عافیت میں ہوگا۔ خداوندِ عالم نے مجھے توفیق دی ہے کہ میں آپ کی طرف یہ مکتوب ارسال کروں اور سلام و آداب عرض کروں اور جناب کے مراحم و الطاف پر سپاس گذاری کروں مبلغ ایک لاکھ لیرہ شامی بتوسط عمدۃ الفضلاء و عماد العلماء جناب آقا حاج علی خلخالی مجھے حوزہ علمیہ زینبیہ کے لئے وصول ہوا۔ میں جناب کے مراحم و الطاف پر متشکر ہوں۔

(دستخط)

## مجاہد کبیر سرکار آیۃ اللہ العظمیٰ السید روح اللہ الخمینی مدظلہ العالی

## کے شام میں وکیل مطلق جناب امین المراجع

## الشیخ علی بن حجۃ الاسلام آیۃ اللہ نصر اللہ خلخالی

آقائی آیۃ اللہ الاحقاقی کے بارے میں کئے جانے والے سوال کے بارے میں حضرت علامہ فاضل صفدر عباس حسینی دامہ برکاتہ کو تحریر فرماتے ہیں۔

مجھے سماحۃ آیۃ اللہ العظمیٰ زاہد متقی مصلح کبیر الحاج میرزا حسن الحائری احقاقی ادام اللہ مدظلہ کے ساتھ کام کرنے میں جو مکمل طور پر اطمینان حاصل ہوا ہے میرے تجربے گواہ ہیں کہ موصوف ایسے شخص ہیں جو کہ بھلائی سے محبت کرتے ہیں اور ان کی زندگی کی سیرت اس پر گواہ ہے وہ راہِ خدا میں اموال عطا کرتے ہیں خرچ کرتے ہیں مساجد بناتے ہیں امام بارگاہیں، دینی مدارس قائم کرتے ہیں تاکہ طلبہ وہاں علوم دینیہ حاصل کریں اور دینی کتب کی نشر و اشاعت کرتے ہیں وہ لبنان، سوریا پاکستان، ہندوستان اور افریقہ میں چند سالوں میں اور ایران میں بھی فقراء محتاج لوگوں کی مالی امداد کر رہے ہیں جو میرے ہاتھ سے یا میرے واسطہ سے ہو رہی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ علمائے دین کی شان کو کمزور کرنا اور باطل تہمتوں سے ملوث کرنا لازمی طور پر مسلمانوں کی کمزوری اور ان کی قوت کو ختم کرنے کا موجب بن رہا ہے اور ان کی شخصیتوں کو ضائع کیا جا رہا ہے۔ اس لئے ہم سب کو چاہیئے کہ تمام علماء اعلام کا احترام کریں خصوصاً جو علماء کارکن فعال اور مخلص ہیں۔

۸ رجب ۱۴۰۴ھ

دستخط شیخ علی نصر اللہ خلخالی
وکیلِ مطلق نائب الامام خمینی دام ظلہٗ
برائے جمہوریہ سوریہ عربیہ دمشق

## اسلامی لشکر کیلئے چار ہزار کمبل کا عطیہ

آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے الحاج میرزا حسن الاحقاقی نے ظالم صدام ننگِ اسلام کے کرایہ داروں کے خلاف برسرِ پیکار لشکرِ اسلام ایران کیلئے چار ہزار کمبل کا عطیہ دیا چنانچہ سفیرِ ایران متعینہ کویت نے ان الفاظ سے آپ کا شکریہ ادا کیا

میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے چار ہزار کمبل بطورِ امداد بواسطہ مسجد صحاف مکتبۂ امام الصادقؑ بھجوائے جو کہ کفر کے مقابلہ میں حق کی فوج کے پاس بھیج دیئے گئے اور میں اللہ تعالیٰ سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ اہلِ بیتؑ کے علم کو بلند کرنے کی خدمت میں آپ کو مزید توفیق دے

آپ کا بھائی

(دستخط) ڈاکٹر علی شمس اردکانی

## تیس لاکھ تومان کی امداد برائے ہسپتال امام جعفر الصادقؑ

مبلغ تیس لاکھ تومان جو حضرت آیۃ اللہ آقائی حاج شیخ میرزا حسن حائری احقاقی دام ظلہٗ نے بتوسط حضرت آقائی حاج احمد احقاقی مجھے ارسال کئے ہیں مجھ کو موصول ہو گئے ہیں تاکہ ہسپتال حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام کے اندر علاج و معالجہ اور ادویات پر صرف کئے جائیں۔

مسجد اعظم تہران      محمد صادق موسوی خلخالی

## دیگر خدماتِ جلیلہ

آپ نے تعلیمات اسلامیہ کے فروغ کے لئے کئی ممالک میں دینی درسگاہیں قائم کیں تاکہ ملت محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو "اپنے جیسا" کہنے والوں کے پُر فریب جال میں پھنس کر ایمان سے ہاتھ ہی نہ دھو بیٹھے الحمد للہ! پاکستان میں آپ کی سرپرستی میں متعدد دینی درسگاہیں قائم ہو چکی ہیں۔ مستحق سادات و مومنین کی اعانت بھی کی جاتی ہے۔

مرکز تحقیقات اسلامیہ سرگودھا بھی آپ کی سرپرستی میں جس انداز کے ساتھ دینِ حق کی نشر و اشاعت میں سرگرمِ عمل ہے وہ محتاجِ تعارف نہیں۔ سال ۱۴۰۶ھ کے علمی منصوبہ میں چار سو پچاس امیدوار حصہ لے رہے ہیں جبکہ سال ۱۴۰۷ھ میں ایک ہزار کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ سرکار الحاج میرزا حسن الحائری الاحقاقی     زندہ باد

# نماز

نماز ایک عبادتِ شرعی ہے اور یہ مخصوص ذکر اللہ ہے جس کا پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب عبادات سے پہلے عملی طور پر درس دیا، سفر میں، حضر میں، مسجد میں اور میدانِ جنگ میں تیئیس برس مسلسل صحابہ کرام کے سامنے اور انہیں مقتدی بنا کر یہ فریضہ ادا کیا۔

پروردگار نے نماز کے قیام سے قبل وضو کا طریقہ بھی کھلے الفاظ میں سمجھا دیا اور پیغمبرِ برحق نے عملی طور پر بھی ہزاروں مرتبہ وضو کر کے دکھا دیا کہ کس طرح صاف ستھرا ہو کر بارگاہِ رب العزت میں سربسجود ہوتا ہے مگر مقامِ افسوس ہے کہ اور مسائل تو الگ رہے دین کے اس اہم ستون یعنی نماز کی ادائیگی اور اس کے لئے وضو کے طریقے میں بھی ملتِ اسلامیہ متفق نظر نہیں آتی۔ کوئی وضو میں سر کے اوپر والے حصّہ پر مسح کرتا ہے تو کوئی سارے سر کو گردن اور کانوں سمیت مسح میں شامل کر لیتا ہے۔ کوئی پاؤں پر مسح کرتا ہے تو کوئی پاؤں کا غسل (یعنی دھوتا ہے)

نماز میں بھی اختلاف کی یہی حالت ہے کوئی ہاتھ چھوڑ کر پڑھتا ہے تو کوئی ہاتھ باندھ کر پھر ہاتھ باندھنے والے طبقہ میں بھی اتحاد نہ ہو سکا۔ کہ ہاتھ کہاں باندھے جائیں۔ کسی نے سینے پر باندھ لئے اور کسی نے بالائے ناف تو کسی نے زیرِ ناف پھر ہاتھوں کو کس انداز سے باندھا جائے اس میں بھی اختلاف ہی ملے گا مثلاً داہنی ہتھیلی بائیں کلائی پر وغیرہ۔ اختصار کے پیشِ نظر صرف ایک اور اختلاف کا ذکر کر دینا ہم مناسب سمجھیں گے کہ قیامِ نماز کے طریقہ میں بھی اتحاد نظر نہیں آتا کوئی ٹانگیں پھیلا کر کھڑا ہوتا

ہے تو کوئی معمول کے مطابق ۔ ان مختلف طریقوں کے بارے میں جو توجیہات بیان کی جاتی ہیں انہیں چھیڑنا ہم مناسب نہیں سمجھتے ۔

کیا یہ مقامِ افسوس نہیں کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیئیس ۲۳ سالہ عملی تعلیم کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ صرف اور صرف دین کے ایک اہم رکن کی ادائیگی پر بھی مسلمان متفق نہ ہو سکے ایسا کیوں ہوا ؟ یقیناً اس کے اسباب موجود ہیں جن کا ذکر ہم بعض وجوہات کی بناپر مناسب خیال نہیں کرتے بہر حال یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے ۔

## وضو

نماز سے قبل صاف ستھرا ، پاک و پاکیزہ ہونا ضروری ہے اور بموجب ارشادِ باری تعالیٰ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ط (المائدہ آیت ۶)

ترجمہ : اے ایماندارو جب تم نماز کے لئے آمادہ ہو تو دھو ڈالو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور مسح کر لیا کرو اپنے سروں اور پاؤں کا ٹخنوں تک ۔

اس آیہ مبارکہ میں نماز قائم کرنے سے قبل جو ہدایت دی گئی ہے اس کے دو حصے ہیں ایک " فَاغْسِلُوْا " کے تحت اور دوسرا " امْسَحُوْا " کے تحت یعنی ایک حصہ میں غسل ( دھونے ) کے مقامات کی نشاندہی کر دی گئی ہے تو دوسرے حصہ میں مسح کے مقامات کی ۔ دھونے میں چہرہ اور ہاتھ کہنیوں تک ہیں جب کہ مسح میں سَر اور پاؤں ٹخنوں تک ۔

خالق کائنات اپنی مخلوق کے لئے نہایت ہی مہربان اور رحیم ہے چنانچہ اس نے بعض حالات کے تحت بندوں کی مجبوریوں کے پیش نظر اپنے مذکورہ بالا کلام کو جاری رکھتے ہوئے اس انداز سے سہولت عطا فرما دی کہ اگر تم بیمار ہو ( یعنی پانی استعمال

کرنے سے تکلیف ہو) یا سفر میں ہو (پانی میسّر نہیں) یا عورتوں سے ہمبستری کی ہو (غسل جنابت کے لئے پانی میسّر نہیں ہو سکتا) بہر حال پانی کی عدم موجودگی میں یوں رعایت دی گئی ہے۔

فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ

(المائدہ آیت ۶)

ترجمہ: پاک خاک سے تیمّم کرو یعنی دونوں ہاتھ (پاک خاک پر) مار کر اپنے منہ اور اپنے ہاتھوں کا مسح کرو۔

تیمّم مقاماتِ غسل کا بدل ہے خاک پر ہاتھ مار کر منہ اور ہاتھوں کا مسح بتا رہا ہے کہ اگر پاؤں کا غسل (یعنی دھونا) مقصود ہوتا تو تیمّم میں منہ اور ہاتھوں کے ساتھ یقیناً پاؤں بھی شامل ہوتے مگر ایسا نہیں ہے اسی لئے وضو کا شیعہ نقطۂ نظر پاؤں کا مسح کرنا حکم خدا کے تحت ہے اس کی تائید کتبِ شیعہ کے علاوہ کتبِ اہلِ سنت مثلاً فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۵ صـ ۲۶۴ تفسیر کبیر جلد ۲ صـ ۵۴۵۔ کنز الاعمال جلد ۲ صـ ۹۳۔ عینی شرح صحیح بخاری جلد ۱ صـ ۶۵۹ تفسیر درّ منثور جلد ۲ صـ ۲۶۲ اور اہلِ حدیث کے فاضلِ جلیل جناب نواب صدیق حسن خان کے بھی ترجمان القرآن صـ ۴۴۲ سے ہوتی ہے۔ صحابہ کرام سے عبداللہ ابنِ عباس، عبداللہ ابنِ عمر، انس بن مالک وغیرہ بھی وضو میں پاؤں پر مسح ہی کرتے تھے اور دھونے والوں پر اعتراض کرتے تھے حضرت ابنِ عباس جو ترجمان القرآن کے نام سے مشہور صحابی ہیں اُن کا قول ہے۔

الوضوء غسلتان ومسحتان

وضو دو دھونے اور دو مسح کا نام ہے۔

یعنی دو دھونے میں ایک چہرہ اور دوسرا دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت اور دو مسح میں سر اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک۔ اگرچہ ترتیب اعضاء وضو میں بھی اختلاف موجود ہے مگر زیادہ گفتگو پاؤں کے دھونے یا مسح پر ہی ہوتی ہے اسی لئے ہم نے بھی اسی پر اکتفا کی ہے۔

**طریقۂ نماز** یہ کہنا کہ پیغمبرِ اسلام نے ادائیگی نماز وقتاً فوقتاً مختلف انداز سے ادا فرمائی کبھی ہاتھوں کو کھلے چھوڑ کر کبھی ہاتھوں کو باندھ کر اور ہاتھوں کو باندھنے کے بھی مختلف طریقے اختیار فرمائے حتیٰ کہ قیام میں بھی کبھی معمول پر عمل کیا کبھی ٹانگوں کو کھلا دکھا۔ اسے عقلِ سلیم تسلیم نہیں کرتی کیونکہ ایسی کوئی روایت نہیں ملتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ اب مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ حکم ملا ہے کہ ہاتھوں کو باندھ کر نماز پڑھو یا ہاتھوں کو زیرِ ناف باندھو یا پھر فرمایا ہو کہ ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام آئے اور اس نے کہا

اے حبیبِ خدا! اللہ تعالیٰ بعد تحفہ درود وسلام کے یہ حکم دیتا ہے کہ
اب نماز میں ہاتھ بالائے ناف باندھ لیا کرو۔

وغیرہ! وغیرہ!!

نماز کی ادائیگی عمل رسولؐ ہے قول نہیں کہ جو سننے والوں نے سنا اور اُسے اپنی عقل کے مطابق سمجھا اور آگے بیان در بیان میں اختلاف پیدا ہوتا گیا۔ عملی تعلیم اور وہ بھی مسلسل برسوں تک اختلاف کا شکار نہیں ہو سکتی لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال تک تو نماز کی ادائیگی کے طریق میں کوئی اختلاف نہ تھا لہٰذا ہر اختلاف بعد کی پیداوار ہے۔

**سوال یہ پیدا ہوتا ہے** کہ نماز جو افضل ترین عبادت ہے جس کی ادائیگی کے لئے زرِ کثیر خرچ کر کے جا بجا مساجد کی تعمیر کی جاتی ہے جو برائیوں سے انسان کو محفوظ رکھنے کی ضامن ہے تو کیا یہ اختلاف اتفاقیہ پیدا ہو گیا؟ یا مسلمان اتنی جلدی نمازِ رسولؐ بھول گئے؟ تیئیس ۲۳ برس کی مسلسل پریکٹیکل تعلیم جو دن میں پانچ مرتبہ سفر حضر مسجد حتیٰ کہ میدانِ جنگ میں بھی پیغمبرؐ نے دی ہو اسے اگر اس طرح بھلایا جا سکتا ہے تو پھر دُنیا کا کوئی عمل بھی باقی نہیں رہ سکتا اور علم تاریخ قطعاً باطل ہو جاتا ہے اور کسی واقعہ پر اعتبار نہیں رہ سکتا اور پھر اسلام کے وہ

احکام یا عبادات جو سال میں صرف ایک مرتبہ ادا ہوتے ہیں یا وہ اقوال واحادیث رسولؐ جو اکثر رسولؐ کی زبانِ حق ترجمان سے ایک ہی مرتبہ ادا ہوئی وہ کیونکر یاد رہ سکتی ہیں اور ان پر اعتماد کیسے کیا جائے کہ واقعاً یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل یا قول ہے۔ اس طرح تو دینِ اسلام ہی نعوذ باللہ من ذالک مشکوک ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کی حقانیت مشتبہ ہو جاتی ہے۔ پس یہ قطعاً ناممکن ہے کہ بعدِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً مسلمان نمازِ رسولؐ کو بھول گئے اور اس لئے اختلاف پڑ گیا بلکہ اس حقیقت واقعہ کے پیشِ نظر ہر شخص یہ یقین کرنے پر مجبور ہو گا کہ یہ اختلاف مسلمانوں نے عمداً ڈالا یا اگر بھولے بھی ہیں تو عمداً بھولے ہیں۔ نمازِ رسولؐ کا بھولنا دینِ اسلام کا بھولنا ہے کیونکہ نماز دین کا ستون ہے۔

## اختلاف کیوں

پیغمبرِ اسلام بے شک خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد سلسلۂ نبوت ختم ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے بعد دین لاوارث ہو گیا اللہ تعالیٰ نے تو "ثم اورثنا الکتاب" کے فرمان سے اپنی کتاب کے بھی وارث قرار دیئے جو قرآنِ حکیم کے رموز سے آشنا ہیں، جو مرکزِ علم ہیں، جو حقیقی عالمِ قرآن اور منشاءِ الٰہی کو سمجھنے والے ہیں، سنتِ نبوی کے عالم ہیں، ناسخ و منسوخ کا علم رکھتے ہیں، جن کے علم میں غلطی کا احتمال ناممکن ہے، جو معصوم عن الخطا ہیں سہو و نسیان سے پاک ہیں لہٰذا پیغمبرِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد کتاب اللہ کے ساتھ انہی ہستیوں کو رہبر و ہادی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی

ترجمہ: میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب دوسرے اپنی عترت اہلِ بیتؑ۔ اگر تم نے ان سے تمسک کیا (یعنی ان کی پیروی کی) تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

---

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے فتاوٰی عزیزی میں حدیثِ ثقلین کو تسلیم کرتے ہوئے احکامِ شرعی کا دار و مدار قرآن و عترتِ رسول پر قرار دیا ہے (عابدی)

کتاب اللہ چونکہ صامت ہے وہ اپنی حقیقت کا اظہار خود نہیں کرسکتی اور نہ ہی اپنے معانی خود بیان کرسکتی ہے لہذا اس کے ساتھ ناطق کی ضرورت لازمی ہے اور وہ وہی ہستیاں ہوسکتی ہیں جو علوم قرآن کی ایک ایک رمز سے واقف ہوں۔ جن کا علم علم رسولؐ ہو جن کی عقل عقلِ رسولؐ ہو جن کا فہم فہمِ رسولؐ ہو جن کی رگ رگ میں خونِ رسولؐ دوڑ رہا ہو جو دینِ اسلام کے شاہد ہوں اسی لئے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی ترجمانی کے لئے اپنی عترت یعنی اہلِ بیتؑ کو معلّم قرار دیا اور اُمّت کو تاکید فرمادی کہ اگر ان کی پیروی کروگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔

پس نماز کی ادائیگی میں بعد رسولِ ثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اختلاف پیدا ہوا وہ اہلِ بیتؑ اطہار علیہم السلام کی پیروی سے انحراف کا ہی سبب ہے۔

بخاری شریف میں مطرف سے روایت ہے کہ

میں نے اور عمران بن حصین نے ایک دن حضرت علیؑ کے پیچھے نماز پڑھی تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا آج اس شخص نے رسول اللہؐ کی نماز پڑھائی یا یوں کہا کہ آج اس نے رسولؐ اللہ کی نماز یاد دلائی۔

بخاری شریف میں موسیٰ بن اسماعیل سے روایت ہے کہ

اس سے مہدی بن غیلان نے اور اس سے انس بن مالک نے کہا کہ جو کچھ عہدِ نبیؐ میں دیکھا تھا اس میں سے اب کچھ نہیں پہچانتا اور دیکھتا۔ ان سے کہا گیا کہ نماز تو باقی ہے۔ فرمایا کیا اس میں بھی جو تمہیں کرنا تھا نہیں کرگزرے؟

(یہ انس بن مالک معاویہ کے زمانہ میں شام گئے تو وہاں یہ حالت دیکھی تھی) اسی صحیح بخاری شریف میں عمرو بن زرارہ سے روایت ہے کہ

زہری کو کہتے سنا کہ میں دمشق میں انس بن مالک کے پاس گیا تو دیکھا وہ رو رہے ہیں میں نے کہا کیوں روتے ہو؟ تو انہوں نے کہا جو کچھ میں

عہدِ رسولؐ میں پاتا تھا اب اس میں سے کچھ نہیں دیکھتا فقط یہ نماز رہ گئی تھی سو یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی۔

ہم نے اختصار کے مدِ نظر بخاری شریف سے صرف تین روائیتوں پر ہی اکتفا کرنا مناسب سمجھا جس سے ہمارے مؤقف کی بھرپور تائید ہوتی ہے کہ حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تقریباً چالیس سال کے اندر ہی اندر افضل ترین عبادت یعنی نماز کا نقشہ کس انداز سے بدل دیا گیا اور یہ طرزِ عمل حکومتوں کے بل بوتہ بلادِ اسلامیہ میں پھیلتا ہی چلا گیا اور پھر اس کے جواز میں روایات وضع کرنا کوئی مشکل بات نہ تھی غرضیکہ آج نماز کی ادائیگی میں ملتِ اسلامیہ میں جو اختلاف نظر آرہا ہے وہ اس مرکزِ علم سے انحراف کا باعث ہے جس کی پیروی کا قرآن کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا تھا۔

## نماز کا اسلامی طریقہ

اسلام دینِ فطرت ہے لہٰذا فطری تقاضوں کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کرتا۔ قدرت نے انسان کو چلنے کے لئے دو ٹانگیں دی ہیں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ بلا عارضہ ایک ٹانگ سے چلتا ہوا آئے تو دیکھنے والے تعجب کریں گے کہ ایسا کیوں؟ کیونکہ یہ فطرت کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو بازو دیئے ہیں جو اس کے جسم کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں اگر انسان ان بازوؤں کو کندھوں سے اوپر اٹھائے ہوئے یا پیٹ اور سینہ پر رکھے ہوئے بلا عارضہ پھرے تو دیکھنے والے اس کا مذاق اڑائیں گے کہ فطری تقاضوں سے انحراف کر رہا ہے۔

اگر انسان بلا عارضہ ٹانگیں پھیلا کر کھڑا ہو تو معیوب نظر آئے گا کیونکہ یہ فطری تقاضوں کی ضد ہے۔ لہٰذا نماز میں قیام ٹانگیں پھیلا کر نہیں بلکہ فطری تقاضوں کے تحت ہے اور ہاتھوں کو کھلا چھوڑنا بھی فطرت کے مطابق ہے۔ رکوع میں انسان اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر ٹیک دیتا ہے یہ بھی فطری امر ہے جب رکوع سے سر اٹھا کر سجدہ میں جاتا ہے تو سب سے پہلے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکنا بھی فطرت کا تقاضا ہے ہاتھ ٹیکنے سے قبل گھٹنوں کے بل سجدہ۔

میں جانا خلافِ فطرت ہے۔

**کھلے ہاتھ نماز**

طریقِ نماز میں اگرچہ ملتِ اسلامیہ کا کئی امور میں اختلاف ہے مگر عام طور پر گفتگو ارسالِ یدین (کھلے ہاتھ چھوڑنے) یا قبضِ یدین (ہاتھ باندھنے) پر ہی ہوتی ہے۔ شیعہ نقطۂ نظر کے مطابق ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھی جاتی ہے کیونکہ یہی طریق آئمہ اہلِ بیت اظہار کا رہا ہے جن کی تعداد بارہ ہے۔ جو خلفاء و اوصیاء پیغمبرؐ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا اور آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کے علم و فضل کا سرچشمہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں جب کہ آئمہ اہلِ سُنّت جن کو آئمہ اربعہ کہا جاتا ہے یعنی امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل میں سے امام مالک جو امامِ مدینہ کے نام سے بھی مشہور ہیں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے اور باقی تین ہاتھ باندھ کر اور پھر ہاتھ باندھنے پر بھی اختلافات کا منظر ہم ابتدا میں پیش کر چکے ہیں۔ لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہاتھ باندھ کر نماز کی ادائیگی میں اچھا خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں عسکری کی کتاب الاوائل میں ایک اس طرح کی تصریح بھی ملتی ہے کہ

> جب جنگِ قادسیہ ہوئی اور ایران کا ایک بڑا حصہ فتح ہوا تو ایرانی قیدی حضرت عمر کے دربار میں اس صورت میں پیش ہوئے کہ ان کے دونوں ہاتھ سینہ پر ایک دوسرے سے بستہ تھے گویا کہ وہ مسلمانوں کے بادشاہ کے سامنے ادب اور تعظیم سے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر کو ان کی یہ ادا بہت ہی پسند آئی تو آپ (حضرت عمر) نے فرمایا کہ اگر ہم بھی اپنے آقا کے دربار میں (وقتِ عبادت) اس طرح کھڑے ہوا کریں تو یہ کتنا اچھا طریقہ ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق احکام جاری ہو گئے اور اس وقت سے عبادتِ خدا میں تفسیخ واقع ہوئی۔

بہر حال نماز میں ہاتھ باندھ کر قیام کرنا نہ صرف خلافِ فطرت ہے بلکہ آئمہ اربعہ میں بھی اختلافی ہے۔

**مزید تشریح** اس ضروری تمہید کے بعد اب ہم کھلے ہاتھ نماز کی ادائیگی پر مزید کچھ عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ علمی منصوبہ کے امیدواروں کی معلومات میں اضافہ کا موجب ہو۔

خداوند عالم نے قرآنِ پاک میں اکثر جگہ نماز کا حکم فرمایا ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ — اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ — وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ

نماز قائم کرو — نماز کیلئے سیدھا کھڑا ہو — سیدھا کھڑا ہو کر نماز پڑھ

سیدھا کھڑا ہونا بغیر کسی حکم ہاتھ کھلے ہی کھڑا ہونا ہے لہذا یہ کہنا بے معنی ہوتا کہ نماز میں ہاتھ کھول کر کھڑے ہو اگر انسان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا دستور ہوتا تو پھر یہ حکم دیا جا سکتا تھا کہ ہاتھ کھول کر کھڑے ہو۔ کھلے ہوئے ہاتھوں کو کیونکر کھولنے کا حکم دے سکتا ہے۔ سیدھا کھڑے ہونے میں یہ حکم صریح موجود ہے اگر نماز میں خلافِ فطرت ہاتھ بندھوانے منظور ہوتے تو کہا جاتا کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو اور یہ کہنا یقیناً واجب ہوتا لیکن ایسا نہیں کہا گیا۔ لہذا قرآنِ حکیم میں جتنی آیات میں اقامتہ الصلوٰۃ کا ذکر ہے وہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ نماز میں ہاتھ کھولنا واجب ہے نہ کہ باندھنا۔ یعنی ستائیس۲۷ مقامات پر قرآنِ حمید میں نماز ہاتھ کھول کر پڑھنے کا حکم ہے صرف دو مقامات پر اپنے رسولؐ کو "صلّ" کہہ کر حکم دیا ہے اور رسول اللہؐ نے بھی اس کی تعمیل میں اسی طرح سیدھا کھڑا ہو کر نماز ادا کی اور فرمایا۔

صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ

جس طرح مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو اسی طرح نماز ادا کرو۔

رسول اللہ کا ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا خود اکابرِ اہلِ سُنت تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ ابنِ ابی شیبہ غضان سے وہ یزید بن ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے عمرو بن دینار کو کہتے ہوئے سُنا کہ عبداللہ بن زبیر ہاتھ کھول کر نماز پڑھا کرتے تھے اور جلیل القدر صحابی یعنی عبداللہ بن عباس جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں وہ

بیان کرتے ہیں کہ اگر تم حضرت رسول اللہ کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو عبد اللہ بن زبیر کی نماز دیکھ لو۔ (تیسیر الوصول جلد ا ص۲۹۹ باب ۵)

یہ عبد اللہ بن زبیر حضرت ابوبکر کے نواسے اُم المومنین حضرت عائشہ کے بھانجے خود بھی صحابی اور صحابی زادہ ہجرت کے بعد مدینہ میں ان کی ولادت ہوئی حضور کی آغوش مبارک میں انہیں ڈالا گیا تو حضور نے ہی انہیں گھٹی دی۔ بڑے عابد زاہد تھے اپنی خالہ جان اُم المومنین کے بہت ہی پیارے تھے ان سے اکثر حدیثیں ان کی زبانی بخاری شریف میں موجود ہیں انہوں نے اپنے باپ حضرت زبیر، اپنے نانا حضرت ابوبکر اور خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے دیکھا ہوگا تو یہی طریقہ اختیار کیا۔

مصیبت یہ ہے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا شیعہ کا دستور چلا آرہا ہے جو مطابق فطرت اور تعلیم پیغمبر آخر الزماں کے عین مطابق ہے لہٰذا شیعیت کے ساتھ مشابہت سے بچنے کی خاطر اسے ترک کر کے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا اپنا لی گئی جیسا کہ جب شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کو فضائل شیعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا گراں قدر ذخیرہ نظر آیا تو پکار اُٹھے کہ یہ شیعہ تو ہمارا لقب ہے جو ہم نے رافضیوں کی وجہ سے ترک کر دیا کہ ان سے مشابہت نہ ہو کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو شیعہ کہلوانا شروع کر دیا (ملاحظہ ہو تحفہ اثنا عشری) مگر امام مالک نے ہمت سے کام لیا شیعوں سے مشابہت کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی بلکہ رسول اللہ کی پیروی کا لحاظ رکھا کہ ہاتھ چھوڑ کر نماز ادا کی چنانچہ مالکی حضرات کا یہی طرز عمل ہے۔

**اہلحدیث کے فاضل جلیل** علامہ وحید الزمان صاحب جنہوں نے کتب احادیث کے تراجم سے اُردو دان حضرات کی مشکلات کو حل کیا وہ اپنی نامور تصنیف ہدیۃ المہدی جلد ا ص۱۲۶ میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ

فمن جعل الارسال من شعائر الروافض فقد خطا

یعنی جو یہ کہتا ہے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا رافضیوں (یعنی شیعوں کا)

شعار ہے تو وہ غلطی پر ہے یعنی اس رائے میں خطا کار ہے۔

یہ شیعوں کا ہی نہیں بلکہ تمام اہلِ اسلام کا ہی عمل رہا ہے خصوصاً زمانہ نبی میں کل اصحاب اسی پر عامل تھے اور ہاتھ باندھنے کا کہیں نام بھی نہ تھا اور اب بھی اکثریت ہاتھ کھولنے والوں کی ہے یعنی کل دنیا کے امامیہ (شیعہ) اور کل مالکی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں شافعی ہاتھ کھولنے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ پانچ مذاہبِ اسلامیہ میں سے تین ہاتھ کھولنے والے ہوئے اور دو یعنی حنفی اور حنبلی ہاتھ باندھنے والے لیکن حنفیوں کا فتویٰ عوام کے لئے ہاتھ کھولنے کا ہی ہے باندھنے کا صرف اکابر علماء کے لیئے اور وہ بھی سُنّت لہٰذا قطعی طور پر کثرت رائے اور عمل دنیائے اسلام میں اب بھی ہاتھ کھولنے پر ہے اور اسی کو اجماع سمجھ لیجئے۔

**شاہ ولی اللہ کے شاگرد**

علامہ محمد معین لاہوری اپنی مشہور کتاب دراسات اللبیب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اہلِ مدینہ سب کے سب ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے اور اجماعِ اہلِ مدینہ حُجّت ہے اور امام مالک کی دلیل یہی اجماع ہے۔

ہاتھ عموماً مجرموں کے بندھے ہوتے ہیں اور پھر قیامت کے روز دربارِ الٰہی میں اعمالنامے کیا بندھے ہاتھوں سے پکڑے جا سکتے ہیں؟ انسان جب فوت ہو جاتا ہے تو اُسے غسل دے کر پاک کیا جاتا ہے پھر پاک و پاکیزہ کفن دیا جاتا ہے اُس کے بازو نماز کے طریق پر نہ سینے پر رکھے جاتے ہیں نہ بالائے ناف اور نہ ہی زیرِ ناف نمازِ جنازہ کے وقت بھی اس کے بازو کھلے اور قبر میں اُتار کر بھی بازو کھلے ہی رکھے جاتے ہیں کیونکہ فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ بازو کھلے چھوڑے جائیں تو کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ساری عمر جو شخص ہاتھ باندھ کر اللہ کے حضور (نماز میں) پیش ہوتا رہا مرنے کے بعد اسی شخص کو بارگاہِ ایزدی میں کھلے ہاتھ بھیجا جائے۔

**اہلِ بیتؑ رسولؐ کی نماز**

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ آئمہ اہلبیتؑ علیہم السلام جن کی تعداد بارہ ہے ان کا آپس میں کسی قول یا عمل میں اختلاف

نہیں کیونکہ یہ سب کی سب معصوم ہستیاں ہیں اسی لئے احادیث نبوی کے سلسلہ میں صحیح سند کے ساتھ اگر کوئی روایت کسی امام معصوم علیہ السلام تک پہنچ جائے تو وہ یقیناً کلامِ رسولؐ تصور ہوگی ۔ اگرچہ امام عالیمقام علیہ السلام اور حضرت خیرالانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان چار آئمہ معصومین کا واسطہ ہی کیوں نہ ہو اسی طرح فعل امامؑ فعل حضرت سیدالانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھا جائے گا ۔ اب ہم حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے نماز کی ادائیگی کا طریقہ حدیث کی مشہور کتاب الکافی سے پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو حضرت نے اپنے صحابی حماد کو عملی طور پر تعلیم فرمایا ترجمہ پر اکتفا کی جاتی ہے ۔

حضرت ابو عبداللہ یعنی امام جعفر الصادق علیہ السلام قبلہ رو کھڑے ہوئے اور دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں پر بالکل لٹکا دیئے اور ہاتھوں کی انگلیاں ملائیں اور دونوں پیروں کو نزدیک کر لیا کہ ان میں کوئی تین انگل کا فاصلہ رکھا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کا رُخ بالکل سیدھا قبلہ کی طرف کر دیا اور پھر خشوع وخضوع کے ساتھ تکبیر کہی (اللہ اکبر) پھر سورہ حمد ترتیل کے ساتھ قرأت فرمائی اور بعد ازاں سورہ قل ھو اللہ احد۔ پھر سانس بھر توقف کیا اور سیدھے کھڑے رہے پھر دونوں ہاتھوں کو منہ کے مقابل بلند کر کے اللہ اکبر کہا اور ابھی تک قیام رہا پھر (اس قیام متصل برکوع کے بعد) رکوع میں گئے اور دونوں ہتھیلیوں سے دونوں گھٹنوں کو پکڑ لیا کہ انگلیاں کھلی ہوئی تھیں ۔ اور دونوں گھٹنوں کو پیچھے کی طرف دبایا کہ آپ کی پشت مبارک بالکل سیدھی ہوگئی کہ اگر پانی وغیرہ کا قطرہ گرے تو حرکت نہ کرے وہیں ٹھہرا رہے کہ پشت بالکل برابر تھی. گردن کو سیدھا کر دیا آنکھوں کو جھکا لیا پھر تین مرتبہ سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیم وَبِحَمدِہٖ کہا . پھر سیدھے کھڑے ہوگئے . جب اچھی طرح سے

کھڑے ہوئے تب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہا اور کھڑے کھڑے تکبیر کہی
اور ہاتھوں کو کانوں تک بلند کیا۔ پھر سجدے میں گئے اور دونوں ہتھیلیوں
کو انگلیاں ملا کر گھٹنوں کے سامنے مُنہ کے مقابل رکھا اور تین مرتبہ
سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلٰی وَ بِحَمدِہٖ کہا بدن کا کوئی حصّہ دوسرے حصّہ پر
نہ رکھا اور آٹھ اعضاء پر سجدہ کیا۔ دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے
اور پیروں کے دونوں انگوٹھے۔ پیشانی اور ناک۔

پھر سجدہ سے سر اُٹھایا اور جب سیدھے بیٹھ گئے تو اللہ اکبر کہا پھر
بائیں ران پر بیٹھے اور دائیں پیر کی پشت بائیں تلوے کے اوپر رکھی
اور فرمایا استغفر اللہ ربی واتوب الیہ پھر بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی اور
دوسرا سجدہ بجالائے اور اس میں بھی وہ دُعا پڑھی جو پہلے میں پڑھی تھی
اور اسی طرح کہا اور بدن کا کوئی حصّہ دوسرے سے نہیں لگنے دیا نہ حالتِ رکوع میں
اور نہ حالتِ سجود میں اور دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے اور کہنیوں کو زمین
سے نہیں لگنے دیا اور اس طریق سے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور ہاتھوں کی
انگلیاں ملی ہوئی تھیں اور بیٹھ کر تشہد ادا کیا۔ جب تشہد سے فارغ
ہوئے تو سلام کہا۔

اور بعد فراغ فرمایا کہ اے حماد اس طرح نماز پڑھ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ سات اعضاء
پر سجدہ فرض ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیۂ مبارکہ میں کیا ہے وان المسجد للّٰہ
اور ناک کا خاک پر رکھنا سُنّت ہے۔ یہ ہے اصل صورت نماز اسلامی کی جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے خود پڑھی اپنی اولاد اور اصحاب کو پڑھائی نماز کے اسی طریقہ کو حضرت علیؑ
نے اپنایا جو سلسلہ وار آئمہ اطہار علیہم السّلام کے ذریعہ ان کے شیعوں میں پھیلا۔ اس میں
قیام، تکبیر، قرأت، ترتیل، قیام متصل بر رکوع، رکوع وسجود تام، قومہ، جلسہ، طمانیت
اور ذکر رکوع وسجود وتشہد سب مکمل ہیں۔

## اہلحدیث کا اظہارِ افسوس

اہلحدیث کے فاضلِ اجل جناب نواب صدیق حسن خان صاحب کے تربیت یافتہ علامہ وحید الزمان صاحب انوار اللغۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

آنحضرتؐ کی نماز میں رکوع اور رکوع کے بعد قومہ اور سجدہ اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ یہ سب برابر ہوتے تھے۔ افسوس ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں نے خصوصاً حنفیوں اور شافعیوں نے اس سنّت پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے وہ کیا کرتے ہیں کہ رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ بہت خفیف کرتے ہیں بعضے چور نمازی تو رکوع کر کے سیدھے کھڑے بھی نہیں ہوتے اور مقتدیوں کو ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کہنے کی مہلت نہیں دیتے کہ سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ نماز کیا پڑھتے ہیں مرغ کی سی ٹھونگیں مارتے ہیں۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

# قرآنِ حکیم اور حرف "ض"

نماز فروعِ دین میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے جو روزانہ پانچ مرتبہ ادا کرنی پڑتی ہے۔ دنیا کے کسی خطّے کے مسلمان خواہ وہ عربی ہوں یا ایرانی۔ چینی ہوں یا جاپانی، افریقی ہوں یا پاکستانی۔ روسی ہوں یا افغانی۔ جرمنی ہوں یا ہندوستانی غرضیکہ کسی خطۂ ارض کے رہنے والے ہی کیوں نہ ہوں قرآنِ پاک کی تلاوت عربی زبان میں ہی کرنا پڑے گی عبادات کا ایک ہی طریقہ ہوگا۔

نماز میں سورہ فاتحہ جسے الحمد شریف بھی کہا جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد اس کی بارگاہ میں جہاں صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کے لئے دعا ہے وہاں صراط کی تعریف اس انداز سے کی گئی ہے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۵

اب مغضوب اور والا الضآلین کے الفاظ کو اس انداز سے بھی پڑھا جاتا ہے کہ ان الفاظ کے حرف "ض" کو "د" (دال) سے بدل کر

مغضُوب کو مغدُوب

ولاالضّالین کو ولاالدّالین

بنا دیا جاتا ہے صرف اسی سورہ فاتحہ ہی میں یہ تبدیلی نہیں کی گئی بلکہ قرآن حکیم کے ہر مقام پر "ض" کو "دواد" کی آواز سے ہی ادا کیا جاتا ہے البتہ وَلا الضّالین پر تو پوری طاقت صرف کرکے حرف "ض" کو "د" (دال) میں ڈال کر ہی دم لیا جاتا ہے۔

یہ "ض" خالص عربی زبان کا حرف ہے کسی دوسری زبان کے حروف تہجی میں نہیں پایا جاتا۔

ضاد (ض) حرف تہجی کہ مخصوص لغت عرب است و در لغات دیگر اصلا نیافتہ شد۔ (منتخب اللغات صـ۲۷۲)

ترجمہ: ضاد (ض) حرف تہجی ہے جو لغت عرب سے مخصوص ہے اور کسی دوسری لغت میں ہرگز نہیں پایا جاتا۔

ضاد (ض) آواز میں ظا (ظ) کے مشابہ ہے ض اور ظ کی آواز آپس میں ملتی جلتی ہے اس لئے اسے ظ کی آواز کے مطابق اگر ادا کیا جائے تو کچھ فرق نہیں پڑتا اور جو خفیف سا فرق پڑتا بھی ہے تو اُسے علماء اعلام اور قراء کرام نے جائز قرار دیا ہے کیونکہ "ض" اور "ظ" میں صوتی مشابہت کے باعث فرق کرنا مشکل ہے اور فرق کرنے کی چنداں ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی جیسا کہ اہل سنت کے امام المفسرین علامہ فخر الدین رازی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ

المختار عندنا ان اشتباه الضاد بالظاء لا يبطل الصلاة و يدل عليه ان المشابهة حاصلة بينهما جدا والميز عسير فوجب ان يسقط التكليف بالفرق۔ (تفسیر کبیر جلد ا صـ۲۵)

ترجمہ: مذہب پسندیدہ یہی ہے کہ ضاد (ض) کا ظاء (ظ) سے مل جانا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اس واسطے کہ ض اور ظ میں بہت مشابہت ہے اور فرق کرنا مشکل ہے پس لازم ہوا کہ فرق کرنے کی تاکید نہیں رہی۔

لہذا ضاد (ض) کو ظاء (ظ) کی آواز سے تو پڑھا جا سکتا ہے مگر ضاد (ض) کو دال (د) کی آواز سے "دواد" پڑھنا کسی طرح بھی جائز نہیں غلط محض ہے۔ کیونکہ معانی میں تبدیلی سے مفہوم کلام ہی بدل جاتا ہے۔

مثلاً

ضرب کے معنی مارنا ہے اگر اسے درب پڑھیں تو معنی ہوں گے فراخ کوچہ
قرضہ کے معنی ہیں اُدھار اگر اسے قردہ پڑھیں تو معنی ہوں گے بندر
ضَب کے معنی ہیں سوسمار یا خون بہانا اگر اسے دب پڑھیں تو معنی ہوں گے نرم پیال یا کپڑے یا لباس کا پرانا ہو جانا۔

وغیرہ، وغیرہ

عربی مدارس کی ابتدائی جماعتوں میں ضرب کی گردان رٹائی جاتی ہے تمام بچے ضرب ضربا، ضربوا ہی پڑھتے ہیں۔

علم صرف کے مؤجد باب مدینۃ العلم امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں ان سے کہیں بھی ایسی کوئی روایت نہیں ملتی کہ
ضَرَبَ۔ ضَرَبَا۔ ضَرَبُوا کو دَرَبَ۔ دَرَبَا۔ دَرَبُوا پڑھا کرو۔

**حروف کیوں بدلے؟** ۱۔ جب دین اسلام پھیلا اور دوسرے ممالک کے افراد نے اسلام قبول کیا تو ان نومسلموں نے اپنی علاقائی زبان کو ترک نہیں چھوڑا۔

۲۔ مختلف جنگوں میں جو لونڈیاں حاصل ہوئیں ان سے جو اولاد پیدا ہوئی تو انہوں نے اپنی ماؤں کی بولی سے بھی حرف حاصل کئے اس طرح عرب کی لغت میں ملاوٹ ہو گئی حروف بگڑنے کی چند مثالیں ملاحظہ کیجئے

اذا جاءہ ——— اذ اگاہ
قُلْ ھو اللہ ——— کُلْ ھو اللہ
یوم القیامۃ ——— یوم الکیامۃ
المغضُوب ——— المغرُوب
رمضان ——— رمدان
قریہ ——— گریہ

قریب ——— گریبڈ

یاجوج ماجوج ——— گوگ ماگوگ

المستقیم ——— المستکیم

ولا الضّالین ——— ولا الدّالین

یعنی ج اور ق کے حروف گ میں بدل گئے جب کہ ض نے د (دال) کا رنگ اختیار کر لیا۔ اگرچہ برصغیر پاک وہند میں ج اور ق کو "گ" میں تبدیل نہیں کیا جاتا مگر بعض ممالک میں ایسا ہے۔ ولاالضّالین کی بجائے ولا الدّالین پڑھنے سے مطلب ہی بدل گیا۔

کیونکہ ولا الضّالین کو ضاد (ض) سے پڑھیں تو آیت کے معنی ہوں گے کہ

یا اللہ تو ہمیں گمراہوں کا راستہ نہ دکھانا۔

لیکن اگر اسے دال (د) سے یعنی ولا الدّالین پڑھیں گے تو معنی یہ ہوں گے کہ

یا اللہ تو ہمیں سیدھا راستہ دکھانے والوں کا راستہ نہ دکھانا یا ہمیں راہنماؤں کے راستہ کی ہدایت نہ کرنا۔

بھلا یہ دُعا کیا ہوئی؟ کون عقلمند ہے جو بارگاہِ ربّ العزّت میں ایسی دُعا مانگے۔ اسی لئے جیّد علماء اہلِ سُنّت نے بھی اقرار کیا ہے کہ

ولا الضّالین کو ولا الدّالین پڑھا جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان۔ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ)

مگر اس کے باوجود شیعہ کی ضد میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ ولاالضّالین پر پورا زور دے کر

ولا الدّالین ہی پڑھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو کلامِ پاک کو صحیح طریقہ پر پڑھنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

# عزاداری تقاضائے فطرت

اسلام دینِ فطرت ہونے کی وجہ سے کسی بھی فطری جذبہ کو کچلنے کا قائل نہیں بس یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ دینِ اسلام انسان کے تمام فطری تقاضوں کو توازن و اعتدال کے ساتھ پورا کرنے کا ضامن ہے۔ اس کا کوئی قانون فطرت کے خلاف نہیں ہے۔

جب یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ تو ہر شخص جانتا ہے۔ کہ عزیز و اقارب اور محبوب شخص کی موت زندہ رہنے والوں کے لئے ایک عظیم ترین مصیبت ہوتی ہے۔ جس سے متعلقین کے دل غم و اندوہ سے تڑپ جاتے ہیں۔ اور ایسی حالت میں مرنے والے کی ہمیشہ کے لئے مفارقت کے باعث ان کا بے اختیار رونا، آوازِ گریہ کا بلند ہونا، نڈھال ہو کر تڑپنا، آہ و زاری کے دوران اس کے مصائب یا فضائل کا بیان کرنا فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے۔ اسلام فطری تقاضوں میں مائل نہیں ہوتا۔

جہاں تک شہادت کا تعلق ہے تو وہ شہید ہونے والے کے لئے ایک عظیم مرتبہ ہے اور یقیناً شہید کو اللہ تعالےٰ کی جانب سے وہ زندگی حاصل ہوتی ہے۔ جو بے حد و حساب نعمتوں سے مالامال اور لازوال ہوتی ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ شہید کے بعد زندہ رہنے والے اس کے متعلقین عزیز و اقارب یا دوست و احباب اس کے دنیا سے اٹھ جانے پر کوئی رنج والم ہی نہ کریں بلکہ شہید راہ خدا کے قتل ہونے پر خوشی کا مظاہرہ کریں۔

راہِ حق میں قتل ہونے والے شہید کے دُنیا سے اُٹھ جانے کا رنج والم اور آہ و فغاں کا تعلق اس کی عظمت اور اسکی مظلومیت و معیت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ ان تقاضوں کو روکنا درحقیقت فطرتِ انسانی سے ٹکر لینے

کے مترادف ہے۔

## بے مثال شہادت

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فرزند رسول ثقلین حضرت امام حسینؑ کی شہادت عظمیٰ کی مثال تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں بھی نہیں ملتی۔ اس شہادت کی تشہیر "وفدیناہ بذبح عظیم" سے قرآن حکیم میں ہوئی۔ یا پھر جبرئیل کی زبانی وضاحت ہوگئی۔ پھر مقام شہادت کی مٹی بھی لا کر دی گئی۔ پھر امیرالمومنین علیہ السلام نے جنگ صفین کے سفر میں جب ارض کربلا سے گذرے تو وہ مقام دکھایا جہاں فرزند رسول ذبح کئے جائیں گے۔ پھر بعد شہادت جبرئیلؑ کی دی ہوئی مٹی کا ام المومنین حضرت سلمیٰ کے پاس خون بن جانا۔ ام المومنین کا خواب میں پیغمبر اسلامؐ کو پریشان حال۔ آہ وبکا کی حالت میں دیکھنا، امام مظلوم اور آپ کے اصحاب و انصار کی لاشوں کی گھوڑوں کے ٹاپوں سے پامالی، خیام اہلبیتؑ کا لوٹے جانا اور نذر آتش ہونا۔ بنی زادیوں کو رسن بستہ کر کے بازاروں میں سر برہنہ تشہیر کرنا اور دربار یزید ملعون میں پیش کرنا یہ سب واقعات ہر مومن کے لئے دعوت فکر ہیں کہ نام نہاد خلیفہ یزید ملعون نے خاندان نبوت سے ایسا سلوک کیوں کیا؟ عزاداری کے اجتماعات اسی دعوت کو زندہ رکھتے ہیں۔ تاکہ ظالم اور مظلوم میں فرق قائم رہے یہ تقاضائے فطرت ہے اور اسلام فطری تقاضوں کا مخالف نہیں۔

شہادت حسینؑ کی جس قدر تشہیر کی جائے اسی قدر اسلام اور شرافت و انسانیت کا تحفظ ہوگا۔ عزاداری کی مخالفت صرف اور صرف یزیدی کردار پر پردہ پوشی کی خاطر کی جاتی ہے۔ کیونکہ ع

اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں۔

# ضرورتِ حدیث

حدیث کے معنی ہماری اصلاح میں وہ روایت ہے جس میں قولِ معصومؑ، فعلِ معصومؑ یا تقریرِ معصومؑ کی نقل کی گئی ہو حدیث کہلاتی ہے۔ قول یا فعل کے معنی ظاہر ہیں تقریر کے معنی ہیں کسی دوسرے کے کسی قول یا فعل پر جو معصوم کے سامنے ہوا ہو اس پر معصوم کا راضی رہنا اور رضامندانہ سکوت کرنا۔

معصوم سے مُراد چہاردہ معصومین علیہم السّلام یعنی حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰؐ سیّدۃ النساء العالمین نورِ چشم رحمۃ للعالمین صدیقہ کبریٰ حضرت فاطمۃ زہرؑا اور آئمہ اثنا عشر علیہم السّلام یعنی بارہ امام جن کے اوّل امیرالمومنین سیّد الوصیین حضرت علی بن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد سے باقی گیارہ آئمہ اطہارؑ جن کے آخری صاحب العصر والزمان حضرت امام مہدی علیہ السّلام ہیں۔

حدیث دین کی بنیادوں کی بنیاد ہے خود قرآنِ حکیم بھی حدیث کے بغیر کافی نہیں۔ قرآن مجید کی متشابہات کی تشریح حدیث کے ذریعہ ہی ہوتی ہے۔ احکام دین کی تفصیل احادیث ہی مہیا کرتی ہے۔ یہ کہہ دینا کہ "ہمارے لئے قرآن کافی ہے" تو رموزِ قرآن کو حدیث کے بغیر کیسے سمجھا جائے گا؟ بے شک قرآن مکمل ضابطۂ حیات ہے ہر خشک و تر کا اس میں علم ہے مگر یہ قدرت کا کمال ہے کہ احکاماتِ قرآن کو سمجھنے کے لئے اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو معلّم قرار دیا۔ نماز کی پوری تفصیل قیام رکوع سجود وغیرہ کے طریقے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ہی عملی طور پر سمجھائے۔ قرآن نے تو فقط نماز کے قائم کرنے کا ہی حکم دیا ہے اسی لئے حدیث اور اس کے ذرائع اسی بنا پر ہمیشہ اہلِ دانش کے لئے مرکزِ بحث و نظر رہے ہیں اس کے لئے دور دراز کی صعوبتیں برداشت کی گئیں۔ زندگیاں وقف کر دی گئیں

حتیٰ کہ جانیں تک دی گئیں تب یہ ذخیرہ ہم تک پہنچا۔

* حدیث کا انکار دینِ اسلام سے بغاوت کے مترادف ہے۔
* حدیث کا منکر ایک خود ساختہ نیا نظام قائم کرنے کے جرم کا مرتکب ہے۔
* حدیث کو چھوڑ کر حسبنا کتاب اللہ (ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے) کا نعرہ لگانے والا فرمانِ باری تعالیٰ۔

(۱) ما اتاکم الرسول فخذوہ

ترجمہ: جو تمہیں رسول دے لے لو

(۲) وما نھاکم عنہ فانتھوا

ترجمہ: اور جس سے منع کرے رک جاؤ

(۳) اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم

ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول و اولی الامر کی

(۴) ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

ترجمہ: اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کرے تو میرے (رسولؐ کی) اتباع یعنی پیروی کرو تو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

کا باغی سمجھا جائے گا کیونکہ حدیث کے بغیر دین سے رشتہ قائم نہیں رہ سکتا لہٰذا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلقہ بگوش اور کلمہ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے عقیدت مند یقیناً قرآنِ مجید کے بعد حدیث کا درجہ سمجھتے ہیں اور اسی لئے انہوں نے بلا تفریق مسلک و مشرب ہمیشہ قرآنِ حکیم کے بعد حدیث کی خدمت کو ضروری سمجھا اور اس میں پوری سعی و کوشش صرف کی ہے۔ آپس کے اختلافات سے قطع نظر کر کے جب مشترک اسلامی خدمات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدمتِ سنّت و حدیث کی تدوین کا فرض وہ ہے جس کو اسلام کے دونوں مکاتیبِ فکر شیعہ اور سنّی نے اپنے اپنے معیارِ نظر کے مطابق نہایت عرق ریزی سے انجام دیا ہے اور اس میں اپنا خون پسینہ ایک کرتے

رہے ہیں اور اسی لئے اس موضوع کو اگر مشترکہ اسلامی حیثیت سے تحریر کیا جائے تو وہ یقیناً ایک بہت بڑی مبسوط کتاب کا طالب ہے۔

ہم یہاں صرف اسے محدود کرتے ہوئے کہ "تدوینِ حدیث" میں شیعہ فرقے نے کیا خدمات انجام دیں اسی پر کچھ عرض کرنے کی کوشش کریں گے۔ انشاءاللہ!

حدیث کی جمع و تالیف کے متعلق صحابہ کرام میں باہم اختلاف رائے ہو گیا ہم اس بات کو بھی چھیڑنا پسند نہیں کرتے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو ہریرہ جن کے بارے میں آج یہ کہا جاتا ہے کہ

"اگر انہیں علم حدیث سے الگ کر دیا جائے تو پھر باقی کچھ رہ ہی نہیں جاتا"

کو حدیث بیان کرنے پر کیوں سزا دی؟

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے ایک مرتبہ ارادہ فرمایا تھا کہ احادیث کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ صحابہ سے اس بارے میں مشورہ کیا تقریباً سب اصحاب نے اسے پسند کیا۔ حضرت عمر کوئی مہینہ بھر سوچتے رہے اس کے بعد آپ نے سب کو پھر جمع کیا اور فرمایا کہ

میرا ارادہ تھا جو تم کو معلوم ہے مگر مجھ کو یہ خیال ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کتاب اللہ کو بالکل ترک کر دو اور یہود و نصاریٰ کی مانند صرف احادیث پر اپنی توجہ مبذول کر دو یعنی اس کا نتیجہ یہ ہو جائے کہ قرآن بھی توریت و انجیل کی طرح دلوں سے بھولا رہے اور تحریف کا شکار ہو جائے۔

ہمیں اس سے بھی بحث نہیں کہ حضرت عمر کو ایسا تذبذب کیوں رہا کیونکہ تمام صحابہ میں اس وقت امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام بھی تو ہوں گے جن کا مشہور قول ہے کہ

قیدالعلم فی الکتابہ

علمی مطالب قلم بند کرو اور قیدِ تحریر میں لاؤ

**پہلا طریقہ** جہاں تک نظر دوڑائی جاتی ہے تو اس سلسلہ میں سب سے پہلی تصنیف امیر المومنین علیہ السلام کی ملتی ہے جو آپ نے حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادِ گرامی سے فرمائی تھی جس کی نشاندہی امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری نے بھی کی ہے ہم اس کے ترجمہ پر ہی اکتفا کریں گے۔

ابراہیم تیمی کی روایت ہے اپنے والد سے کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے ہمارے پاس قرآن کے سوا کوئی کتاب نہیں جسے ہم پڑھتے ہوں سوائے اس صحیفہ کے۔ حضرت نے اس صحیفہ کو باہر نکالا تو دیکھا کہ اس میں کچھ احکام مختلف اقسام قصاص اور اونٹوں کے متعلق ہیں اور اس میں یہ حدیث ہے کہ مدینہ حرم ہے مقامِ عیر سے لیکر مقامِ ثور تک جو شخص وہاں بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے تو اس پر خدا، ملائکہ اور تمام خلق کی لعنت ہے۔ اس سے کوئی سفارش یا کوئی معاوضہ قبول نہ کیا جائے گا اور سب مسلمانوں کی ذمہ داری یکساں ہے جس کو معمولی سے معمولی شخص ان میں کا پورا کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان سے غداری کرے اس پر خدا، ملائکہ اور تمام خلق کی لعنت ہو۔ روزِ قیامت اس سے کوئی معاوضہ اور سفارش قبول نہ ہوگی۔

(بخاری شریف کتاب الفرائض باب السم من تبرا من موالیہ)

بخاری شریف کے بعد صحاحِ ستہ میں دوسرے نمبر کی کتاب یعنی صحیح مسلم شریف جلد اوّل کتاب الحج باب فضل المدینہ میں بھی پانچ طریقوں سے اس کا تذکرہ موجود ہے اور کتبِ شیعہ سے بھی اس کی یوں نشاندہی ملتی ہے کہ

"ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت علیؑ کی کتاب منگوائی جسے امام جعفر الصادق علیہ السلام لپٹا ہوئے لائے اس میں یہ تھا کہ عورتوں کو اپنے شوہر کی غیر منقولہ جائیداد سے کچھ نہیں ملے گا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ

حضرت علی علیہ السلام کے قلم کی تحریر ہے اور جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لکھوائی ہوئی ہے"۔ (وسائل الشیعہ)

رسول اللہ کے غلام اور حضرت علی المرتضیٰ کے اصحاب باوفا جناب ابورافع جنہوں نے ہجرت سے قبل مکہ معظمہ میں اسلام قبول کیا ہجرت کے وقت آپ مکہ میں ہی رہے جنگ بدر کے بعد آنحضرتؐ سے ملحق ہوئے اور جنگ احد میں شرکت کی سعادت حاصل کی پھر ہر معرکہ میں شامل جہاد رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اہل بیتؑ رسول کا ساتھ نہ چھوڑا عہد فتنہ کی لڑائیوں میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ رہے نجاشی نے اسماء مصنفین شیعہ میں ان کے بارے میں یوں لکھا ہے کہ

ابو رافعؓ کی تصنیف سے کتاب سنن واحکام قضایا تھی

تاریخ کے لحاظ سے یہ سب سے پہلی کتاب تھی جس میں ابواب کی ترتیب کے ساتھ صلوٰۃ، صوم، حج اور سب سے آخر میں قضایا کے متعلق احادیث کا اندراج تھا۔

حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوذر غفاری بھی وہ جلیل القدر صحابی رسولؐ اور شیدائی آل رسولؐ ہیں جنہوں نے احادیث کی تدوین میں حصہ لیا چنانچہ ابن شہر آشوب اور دوسرے مورخین نے بھی مثلاً نجاشی نے فہرست مصنفین میں کتاب سلمان اور کتاب ابوذر کا تذکرہ کیا ہے۔

**دوسرا طبقہ** صحابہ کے بعد دوسرا طبقہ تابعین کا ہے جن میں ابورافع رسول اللہ کے غلام کے دو فرزند علی بن ابی رافع اور عبیداللہ بن ابی رافع جو امیر المومنین علیہ السلام کے منشی دفتر اور خازن بیت المال تھے۔ انہوں نے احادیث کو جمع کیا علی بن ابی رفع نے وضو، صلوٰۃ اور تمام ابواب میں ترتیب کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کے اسناد سے کتاب حدیث ترتیب دی۔

یوں تو امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے کئی اصحاب نے احادیث کا ذخیرہ آپ کی سند سے اکٹھا کیا مگر ان میں سلیم بن قیس ہلالی کی کتاب کو ایک خاص شہرت

حاصل ہے اس کتاب کے بارے میں متکلم باکمال فقیہ بے مثال رئیس الشیعہ حضرت شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ

تمام فرقہ شیعہ کے ان لوگوں میں جنہوں نے علوم الٰہیہ کا تحمل کیا اس امر میں اختلاف نہیں کہ کتاب سلیم بن قیس ہلالی ایک معتبر کتاب ہیں ان قدیم ترین کتب میں جن کو حاملانِ حدیث اہل بیتؑ نے روایت کیا۔

(کتاب الغیبۃ)

ابن ندیم نے بھی کتاب الفہرست میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام کے اصحاب باوفا جناب میثم تمار، محمد بن قیس اور حارث بن عود ہمدانی نے بھی تدوینِ حدیث میں نام پیدا کیا۔ الحمدللہ! کہ تدوینِ حدیث میں شیعہ سے قبل کوئی دوسرا نظر نہیں آتا

## بنی امیہ کے زوال اور بنی عباس کا ابتدائی دور

بنی امیہ سے عمر بن عبدالعزیز ہی ایک نیک اور صالح حکمران تھا باقی حکمرانوں نے اسلام کے نام پر جو کھیل کھیلے پناہ بخدا اپنے غیر صالح کردار پر پردہ پوشی کے لئے پیغمبرِ اسلام سے ایسی باتیں منسوب کر کے پھیلائی گئیں کہ منصبِ رسالت و نبوت کو ہی پست ترین کر دیا گیا جب خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو نہ چھوڑا گیا تو اُن کی عترت یعنی اہلِ بیتؑ کے بارے میں کیا کچھ نہ ہوا وضاع جو ایسی حدیثیں وضع کر کے انعام حاصل کرتے تھے ان کا اچھا خاصا ایک طبقہ پیدا ہو چکا تھا یہی وہ لوگ تھے جو اب ائمہ اطہار علیہم السلام کے درس میں بھی گھس گئے کیونکہ فضا میں خلافتِ حق آلِ محمدؑ کا نعرہ عباسیوں نے لگا دیا تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام کے علوم کا دریا موجیں مار رہا تھا کہا جاتا ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں حدیث سننے والوں کا آستانہ امامت پر اجتماع ہوتا۔ اب کلامِ امامؑ کو آگے پھیلانے والے مخلصین بھی تھے اور کذابین بھی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کے دور میں تو ایک دنیا سمٹ کر فرزندِ رسول کے گرد جمع ہو گئی۔ امام عالیمقام کذابین سے

بچنے کے لئے اپنے مخلص اصحاب کو متنبہ کر دیتے تھے چنانچہ امام معصوم حضرت ابو عبداللہ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے مغیرہ بن سعید اور ابو الخطاب وغیرہ کے متعلق نفرین کی اور مخلص اصحاب کی جمع شدہ احادیث کی امام حسن عسکریؑ تک کے آئمہ اطہار نے تصدیق فرمائی۔

**چار سو کتب احادیث کا گرانقدر ذخیرہ** مکمل چھان بین کے بعد ان تمام کتب سے چار سو کتب کو قدما محدثین نے اپنے علم و عمل کا دارومدار قرار دیا جو اصول اربعمائۃ کے نام سے مشہور تھیں جو بعد میں بڑے جوامع حدیث کی تصنیف کا سرمایہ قرار پائیں۔

آئمہ اطہار علیہم السلام کا دور گذر گیا کتب احادیث کثیر تعداد میں تو تھیں لیکن کثرت کا نتیجہ انتشار بھی ہو سکتا ہے لہذا ان تمام متفرق کتب سے احادیث کو ایک یا چند کتابوں میں جمع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی لہذا سب سے پہلے

**ثقۃ الاسلام محمد ابن یعقوب کلینیؒ** جن کی کنیت ابو جعفر ہے نے چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں اس خدمت کو انجام دینے کی سعادت حاصل کی اور بیس برس کی مسلسل جفاکشی اور محنت سے کتاب "کافی" منظر عام پر لائے چونکہ اس میں اصول اور عقائد کے علاوہ فروع یعنی مسائل شرعیہ کا حصہ بھی مستقل ہے اس لئے پہلا حصہ اصول کافی اور دوسرا حصہ فروع کافی کے نام سے مشہور ہو گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کافی کا درجہ تمام شیعی جوامع حدیث میں سب سے مقدم ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی ہر حدیث صحیح السند اور قطعی الورود ہے۔ ہم حدیث کی کسی کتاب کو قرآن حکیم کے مانند نہیں سمجھتے بلکہ اس کی ہر حدیث کو جانچنے پرکھنے اور جرح و تعدیل سے مبرا نہیں سمجھتے۔

**ایک شبہ کا ازالہ** بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ شیعوں کی حدیث کی کتاب "الکافی" امام

"ہمارے شیعوں کے لئے یہ کافی ہے"

یہ حکایت سراسر غلط ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں ہمارے علما اعلام نے اسے بے اصل قرار دیا ہے۔

لہٰذا اس بنا پر ہم کافی کی حدیث آنکھ بند کر کے قبول نہیں کر لیتے بلکہ جانچ پڑتال اور چھان بین کی جاتی ہے۔

**فاضل جلیل جناب شیخ صدوق قمیؒ** ان کا اسم گرامی محمد ابن علی ابن بابویہ ہے اور کنیت ابوجعفر جنہوں نے کتاب من لا یحضرہ الفقیہہ میں احادیث کو جمع کیا آپ نے پوری اسناد کی بجائے آخری راوی سے ہی حدیث لکھی ہے پھر آپ حدیث کے ساتھ تفسیری شرح بھی دے دیتے ہیں ان وجوہ کی بنا پر اسے کافی کا ہم پلہ تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس میں حدیثوں کی تعداد نو ہزار چوالیس (۹۰۴۴) ہے۔

**شیخ الطائفہ الطوسیؒ** آپ کا اسم گرامی محمد ابن الحسن الطوسی اور کنیت ابوجعفر ہے آپ نے کتاب تہذیب اور کتاب الاستبصار میں احادیث کو جمع کیا۔

کافی میں حدیثیں فقہ اور غیر فقہ دونوں شعبوں کے متعلق ہیں اور تہذیب میں فقہ کی حدیثیں کثرت سے ہیں۔

بہر حال یہ کتب اربعہ یعنی الکافی ۔ من لا یحضرہ الفقیہہ ۔ تہذیب اور الاستبصار شیعہ کے ہاں احادیث کا ایک بہت ذخیرہ ہے۔ مگر جیسا کہ تحریر کیا جا چکا ہے ہمارے ہاں ان کو صحاح نہیں کہا جاتا جس طرح برادران اہل سنت کے ہاں صحیح بخاری ۔ صحیح مسلم وغیرہ صحاح ستہ کہلاتی ہیں۔ کتب اربعہ میں احادیث کو جمع کرنے والے معصوم نہیں ہیں۔ انہیں جو کچھ محنت اور عرق ریزی سے ملا انہوں نے لے لیا یہ بھی ایک گرانقدر خدمت ہے اب احادیث کی صحت کے بارے پرکھنا اور چھان بین کرنا علماء اعلام کا کام ہے کیونکہ یہ درجہ تو صرف قرآن حکیم کو ہی حاصل ہے

کہ اس کے کسی حصہ میں شک و شبہ نہیں۔ لہذا ہمارے علماء اعلام اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرے انہوں نے احادیث کو پرکھنے اور جانچنے کے لیے نہایت محنت اور عرق ریزی سے خدمات انجام دیں۔

**علم رجال** علم رجال میں سب سے پہلے مصنف ابو عبد اللہ ابن محمد بن خالد برقی ہیں جو دوسری صدی ہجری میں تھے۔ ان کے بعد تو رجال کے فن میں شیعہ علماء اعلام نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام کیا اور اس شعبہ میں شیعہ کو کمال حاصل ہے کیونکہ تحقیق اور چھان بین میں دیگر اسلامی مکاتیب فکر میں انہیں جو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

**کتب اربعہ کے علاوہ** کتب اربعہ یعنی کافی[۱]، من یحضرہ الفقیہ[۲]، تہذیب[۳] اور الاستبصار[۴] کے علاوہ بھی ہمارے ہاں کتب حدیث ہیں مثلاً

۱۔ فاضل جلیل شیخ محمد بن حسن الحر العاملیؒ نے "وسائل الشیعہ" تصنیف کی جو بہترین جامع احادیث کتاب ہے۔

۲۔ رئیس المحدثین میرزا حسین نوریؒ نے "مستدرک الوسائل" کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں ایک مجموعہ احادیث تیار کیا۔

۳۔ کتب اربعہ سے کتاب کافی کی شرحیں تو بہت سے علماء کرام نے لکھی ہیں مثلاً ملا صالح اور میرزا خلیل قزوینی کی شرحیں اور علامہ مجلسیؒ کی "مرآۃ العقول" اسی طرح کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کی شرح ملا محمد تقی مجلسیؒ نے کتاب تہذیب کی شرح علامہ سید نعمت اللہ جزائریؒ نے کتاب "الاستبصار" کی شرح جو جامع الاخبار کے نام سے ہے شیخ الحدیث عبد اللطیف عاملی نے تحریر کی۔

۴۔ علامہ محمد باقر مجلسیؒ نے بحار الانوار ۲۵ جلدوں میں تصنیف کی جو ضخامت

کے لحاظ سے ایک ایک جلد سینکڑوں صفحات پر مشتمل تھی جو اب ۱۱۰ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

غرضیکہ شیعوں کو فخر ہے کہ انہوں نے حدیث کے شعبہ میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔

عالی جناب سیّد العلماء

حجۃ الاسلام علّامہ السیّد علی نقی النقوی مجتہد العصر

نے رسالہ تدوین حدیث

میں نہایت شرح و بسط سے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے

ہم نے

اسی رسالہ سے یہ حصّہ

اپنے معزز امیدواروں کی معلومات کے لئے

## کتاب المسائل

میں مختصراً درج کیا ہے تاکہ واضح ہو سکے کہ

تدوینِ حدیث میں شیعہ کی

گرانقدر خدمات ہیں۔

(سیّد محمّد عابدی)

# حضرت علی المرتضیٰ سے عداوت کے اسباب

بعض اُمیدوارانِ علمی منصوبہ نے استفسار کیا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے عداوت کرنے والوں نے یہ روش کیوں اختیار کی؟ لہٰذا اس سلسلہ میں مناسب سمجھا گیا کہ اس بارے میں بھی مختصر طور پر عرض کر دیا جائے ——— سید محمد عابدی

اس امر میں تو ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں کہ مومن مومن سے محبت کرتا ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی مومن کسی دوسرے مومن سے عداوت رکھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں جہاں مومن تھے وہاں منافق بھی تھے جو بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے قرآنِ حکیم میں کئی مقام پر ایسے گروہ کا تذکرہ ملتا ہے مثلاً

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (البقرۃ ایت ۱۴)

ترجمہ: اور جب ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے تو کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لا چکے اور جب اپنے شیطانوں کے ساتھ تخلیہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو (مسلمانوں کو) بناتے ہیں (مذاق کرتے ہیں)

اسی لئے تو منافقین پر لعنت کی گئی ہے قرآنِ حکیم میں تو پورا سورہ منافقین موجود ہے منافق وہی ہوتا ہے جس کے دل میں نفاق ہو اور بظاہر مسلین مومنین ایسا کردار ادا کرے نماز بھی پڑھے روزہ بھی رکھے زکوٰۃ بھی دے وضع قطع سے بھی مومن مسلم نظر آئے مگر دل سیاہ ہو۔ یہ منافقین کا گروہ نظر انداز کر دینے کے لائق نہیں ان کی اچھی خاصی جمعیت

تھی جن کا مقصد محض یہی تھا کہ تبلیغِ رسالت کو ناکام بنا دیا جائے ۔ بے شک ان کے اس کردار سے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یقیناً رنج پہنچتا ہوگا مگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی اس طرح تسلّی فرما دیتا تھا کہ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ ٱلَّذِينَ يُسَٰرِعُونَ فِى ٱلْكُفْرِ مِنَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا بِأَفْوَٰهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ ۔

(المائدۃ آیت ۴۱)

اے رسولؐ جو کفر کی طرف لپک کر چلے جاتے ہیں تم ان کے بارے میں رنجیدہ نہ ہو ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ اپنے منہ سے (بے شک) کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل بے ایمان ہیں۔

مکتبِ رسالت کے وہ طالب علم جو دل وجان سے فرمانِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمانِ خدا سمجھتے تھے اور جنہیں اصحابِ باصفا کہا جاتا ہے وہ صحبتِ رسولؐ کے حامل مگر منافق کو کیسے شناخت کر لیتے تھے چنانچہ صحابیٔ رسول حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ

عن ابی سعید الخدری قال کنّا لنعرفُ المنافقین نحنُ معشر الانصار ببغضھم علی بن ابی طالب (ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۳۵)

یعنی حضرت ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا ہم گروہِ انصار (زمانہ رسولؐ میں) منافقین کو ان کی خصلت سے پہچان لیتے تھے کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب سے بغض رکھتے تھے۔

اسی صحیح ترمذی شریف میں مساور حمیری سے روایت ہے کہ ان کی ماں نے حضرت اُمِّ سلمیٰ اُمّ المومنین کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مولا علی سے کوئی منافق کبھی بھی محبت نہیں کرے گا اور ان سے کوئی مومن کبھی دشمنی نہیں کرے گا۔

پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قسم کی متعدد احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ "علی سے محبت ایمان اور علی سے عداوت نفاق کی علامت ہے" جنہیں ہم طوالت کے خوف سے یہاں ذکر نہیں کر رہے اس لئے اگر کوئی احادیث کے ان ذخیروں کو دیکھنا چاہے تو حجۃ الاسلام علامہ علی حسنین صاحب شیفتہ مدظلہ العالی ۵/۱۱۱۲ سٹیڈیم روڈ سرگودہا کی کتاب مقام مرتضیٰ ملاحظہ کی جا سکتی ہے مگر ہم مناسب سمجھیں گے کہ شاہ ولی اللہی خاندان کے چشم وچراغ جناب شاہ عبدالعزیز دہلوی کا فتویٰ بھی پیش کرتے چلیں یہ وہی محدث دہلوی ہیں جنہوں نے شیعہ کے خلاف تحفہ اثنا عشریہ لکھی چنانچہ یہ بزرگوار فرماتے ہیں کہ

حُبِ علی آیۃ ایمان و بغض علی آیۃ نفاق

(اردو ترجمہ فتاویٰ عزیزی ص۲۲۱ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

محبتِ علی علامتِ ایمان اور بغضِ علی علامتِ نفاق ہے۔

اس طرح کی اور بھی کافی حدیثیں کتبِ اہلِ سنت میں موجود ہیں بہر حال یہ بات پورے یقین اور اطمینان کے ساتھ ثابت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے بغض وحسد کرنا منافقین کی سب سے بڑی علامت زمانہ رسالت مآب میں بھی تھی اور اس کے بعد کے زمانوں میں بھی۔

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے منافقین اور دیگر دشمنانِ اسلام کی عداوت کا سب سے بڑا سبب تو یہی تھا کہ ابوطالبؑ کے فرزند حیدر کرارؑ نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی نصرت وحمایت کی خاطر بے شمار دشمنانِ اسلام کو تہِ تیغ کیا تھا۔ عرب چونکہ کینہ پرور تھے اونٹ سے بھی زیادہ کینہ رکھنے والے تھے پشت ہا پشت سے انتقام لینے کے عادی تھے لہٰذا علی المرتضیٰؑ اور ان کی اولاد سے بدلہ لینا ان کی فطرت میں داخل تھا دور نہ جائیے جب امام حسینؑ اور ان کے اصحاب وانصار کے سر دربارِ یزید ملعون میں پہنچے اور رسول زادیاں رسن بستہ پیش ہوئیں تو یزید پلید نے کہا کہ

آج میرے بزرگ زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے احد و بدر کے اپنے مقتولوں کا بدلہ اس خاندان سے کیسے لیا۔

بنی اُمیّہ نے حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت اشارةً کنایةً نہیں کی بلکہ برسرِعام منابر مساجد پر خطبات جمعہ کے دوران حضرت علیؑ کو گالیاں دی جاتی رہیں تقریباً ستر برس حکومت کے بل بوتے پر یہ سلسلہ جاری رہا تو اس ماحول میں علیؑ اور اولادِ علیؑ کو محبت کی نگاہ سے کون دیکھ سکے گا۔ اس عرصہ دراز میں تین پشتیں گذر جاتی ہیں گویا کہ پشت بہ پشت علی المرتضیٰ کی توہین جن کے قلوب میں راسخ ہو جائے ان سے خیر کی توقع کب ہو سکتی ہے مگر یہ ایک معجزہ ہے کہ آج بھی کتبِ حدیث اٹھا کر دیکھئے کہ فضائلِ علیؑ کے دریا موجیں مارتے ہوئے نظر آئیں گے۔

ایک سبب تو یہ ہوا کہ جو لوگ بظاہر اسلام بھی لے آئے مگر ان کی حضرت علیؑ سے عداوت کی وجہ یہ ہوئی کہ ان نومسلموں کے عزیز و اقارب حضرت علیؑ کے ہاتھوں کسی نہ کسی جنگ میں قتل ہوئے اور دوسرا سبب یہ کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کے فضائل و مناقب میں نہ صرف احادیثِ نبوی کا ایک گرانقدر مجموعہ منافقین کی نظروں میں کھٹکنے لگا بلکہ آیاتِ قرآنی بھی ابوطالبؑ کے فرزند کی شان میں دکھائی دیں تو یہ طبقہ سیخ پا ہو کر رہ گیا۔

معاویہ بن ابی سفیان نے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب پر سب و شتم کرنے یعنی گالیاں نکلوانے کا حکم جاری کیا تو کئی اللہ کے نیک بندوں نے اسے نہ اپنایا جس پر معاویہ کو بُرا محسوس ہوا تو اس نے جواب طلبیاں کیں چنانچہ ہم ایک جواب طلبی کو صحاح ستہ کی مُسلم شریف سے پیش کرتے ہیں۔

ترجمہ:۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے باپ حضرت سعد سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ معاویہ بن ابی سفیان نے سعد کو حکم دیا اور کہا کہ کیا چیز تم کو روکتی ہے ابو تراب (حضرت علیؑ کی کنیت ہے) کو گالی دینے سے؟ تو انہوں نے جواب دیا جب تک مجھے تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ نے ان

(حضرت علیؑ) کے لئے کہی ہیں میں تو ہرگز ان کو گالی نہیں دوں گا۔
اگر ان میں سے میرے لئے کوئی ایک بات بھی ہوتی تو میرے نزدیک سُرخ اونٹوں سے بھی زیادہ پسندیدہ ہوتی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان (حضرت علیؑ) کے لئے کہتے ہوئے سُنا جب کہ آپ نے ان کو اپنے بعض غزوات (یعنی تبوک) میں اپنا نائب بنا کر پیچھے چھوڑ دیا تھا تو علیؑ نے کہا تھا "یا رسولؐ اللہ مجھے عورتوں اور بچوں میں اپنا نائب بنا کر چھوڑ رہے ہیں" تو رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ "کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم مجھ سے اسی منزلت میں ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ کے ساتھ تھی سوا اس کے کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے"

اور میں نے رسولؐ اللہ کو سُنا کہ وہ خیبر کے دن فرما رہے تھے "یقیناً میں علم دوں گا اس مرد کو جو اللہ ورسولؐ سے محبّت کرتا ہے اور اللہ ورسولؐ بھی اس سے محبّت کرتے ہیں۔ حضرت سعدؓ نے کہا پس ہم سب نے اُس علم کے لئے اپنے کو اونچا کر کے دکھایا مگر رسولؐ اللہ نے فرمایا بلاؤ میرے لئے علیؑ کو پس علی اس حال میں لائے گئے کہ وہ چشم آشوب میں مبتلا تھے پس رسول اللہؐ نے ان کی آنکھ میں اپنا لعابِ دہن ڈال دیا اور ان کو علم دے دیا پس اللہ نے ان پر فتح عطا فرمائی اور جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "کہدو اے رسولؐ آؤ ہم بلاتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور تم بھی بلاؤ اپنے بیٹوں کو ... الخ

(سورہ آلِ عمران آیہ مباہلہ)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بلایا علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو اور کہا خدایا یہی میرے اہل بیتؑ ہیں۔

(صحیح مسلم شریف جلد ۲ ص۲۰۱ باب فضائل علیؑ)

اہل انصاف اگر صحاح ستہ سے مسلم شریف کی اسی حدیث سے اندازہ کریں کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ کی فضیلتوں پر مشتمل یہ روایت عامر بن سعد بن ابی وقاص سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں لی مگر اس میں حضرت علیؑ سے دشمنی رکھنے والے کے کردار کی قلعی بھی کھل گئی کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ سے دشمنی کس انداز سے کی جاتی رہی۔

موجودہ دور میں حضرت علیؑ سے دشمنی محض اس وجہ سے کی جا رہی ہے کہ علی المرتضیٰؑ کے دشمنوں سے دوستی کی پینگیں بڑھانے والے ناصبی پیدا ہو رہے ہیں اور وہ اپنے آقاؤں کی پیروی میں نفس رسول شیر خدا باب مدینۃ العلم نبوت حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے دشمنی رکھنا اپنا مقصد قرار دے چکے ہیں جو درحقیقت جہنم کا ایک راستہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (الصّٰفّٰت آیت ۲۲ تا ۲۴)

ترجمہ: (فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) جو لوگ (دنیا میں) سرکشی کرتے تھے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اور خدا کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہیں ان (سب) کو اکٹھا کرو پھر انہیں جہنم کی راہ دکھاؤ (ہاں ذرا) انہیں ٹھہراؤ تو ان سے کچھ سوال کرنا ہے۔

محدث اہل سنت ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں اور شاہ اسمٰعیل شہید منصب امامت میں تسلیم کرتے ہیں کہ ان گمراہوں سے ٹھہرا کر جو سوال کیا جائے گا وہ "ولایت علیؑ کے بارے میں ہوگا" پس ثابت ہوا کہ اگر وہ ولایت علیؑ تسلیم کر لیتے تو ان کو یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ علی المرتضیٰؑ کی خدا اور رسول کی زبانی فضیلت بھی آپ کے دشمنوں کو کھٹکتی رہی لہٰذا آپ کے دشمنوں کے حواری آج بھی مولا علیؑ سے عداوت رکھتے ہیں۔

---

# اسلامی نظام ــــ فقہ ــــ شریعت بل

## بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

نظامِ مصطفیٰؐ دورِ حاضرہ کا اہم ترین مسئلہ ہے اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ اس کے بارے میں بھی علمی منصوبہ کے اُمیدواروں کو باخبر رکھا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مرکز کے بانی اور صدر جناب سید بشیر حسین بخاری صاحب کا مضمون معزز امیدواروں کی معلومات میں اضافہ کا باعث سمجھتے ہوئے ہم اسے کتاب المسائل میں شامل کر رہے ہیں ــــــــ سید محمد عابدی

اس امر میں ذرہ بھر بھی شک و شبہ نہیں کہ برصغیر ہندوستان میں مسلم آبادی پورے ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس قدر وسیع و عریض خطہ میں کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جہاں مسلمان آباد نہ ہوں مگر پورے برصغیر میں مسلم آبادی اقلیت میں تھی اگرچہ بعض صوبوں مثلاً پنجاب، بنگال، سندھ، بلوچستان، سرحد اور کشمیر مسلم اکثریت کے حامل تھے۔ چنانچہ قائدِ اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے مسلم اکثریت کے اِن خطوں میں مسلمانوں کی اپنی حکومت کے قیام کا مطالبہ شروع ہوا جو بالآخر قرارداد لاہور ۱۹۴۰ء کے تحت پیش کیا گیا۔

کانگرس جو درحقیقت ایک خالص ہندو مفادات کی حامل جماعت تھی۔ اس نے ڈٹ کر اس مطالبہ کی مخالفت کی مگر قائدِ اعظمؒ کی قیادت میں قوم بیدار ہو چکی تھی مسلم علاقوں کو پاکستان کے نام سے پکارا جانے لگا۔ ہر باشعور مسلمان کی زبان پر یہی نعرہ تھا۔

جاتی ہے تو جائے جان لے کے رہیں گے پاکستان!

پاکستان کا مطلب کیا لاَ اِلٰہ اِلاَّ اللہ! ــــ

کانگرس جو سرمایہ دار ہندو جماعت تھی اس نے بعض مسلمانوں کو خرید لیا ہے۔ بکاؤ مال ہر جگہ مل جاتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں مسلمانوں کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند، مجلسِ احرار۔ پنجاب کی یونینسٹ پارٹی، جماعت اسلامی اور سُرخپوش وغیرہ پر اس کا جادو چل گیا۔ امام الہند سے ملقب مولانا ابوالکلام آزاد تو ابتداء سے ہی کانگرس کے جال میں پھنسے ہوئے تھے۔ بہر حال شیخ الحدیث مولانا شبیر احمد عثمانی رح نے مسلم لیگ کا نہایت خلوص سے ساتھ دیا۔ پنجاب کانگرس کے مسلم صدر محمد داؤد غزنوی بھی کانگرس چھوڑ کر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

مسلم لیگ نے دو قومی نظریہ پیش کیا کہ ہم پہلے مسلمان ہیں۔ پھر ہندوستانی جبکہ کانگرس یہ راگ الاپتی رہی۔ کہ نہیں پہلے سبھی ہندوستانی ہیں۔ پھر مسلم یا ہندو۔ چنانچہ کانگرس کی ہمنوائی میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اعلیٰ مولانا حسین احمد مدنی نے کانگرسی نظریہ کی کھلے بندوں تائید کی تو حکیم الامت شاعر مشرق نے اس ایک ہی شعر میں ان کی علمیت کا پوسٹ مارٹم کر دیا ہے۔

مسلم اتحاد کو شکستہ کرنے کی خاطر شیعہ سُنی سوال بھی پیدا کیا گیا۔ کبھی قائدِ اعظم رح کی شیعیت سے سُنی مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کی مہم چلائی۔ اور کبھی قائدِ اعظم رح کو کافرِ اعظم کہا گیا۔ مجلسِ احرار کے امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری نے تو قائدِ اعظم رح کے لئے رذیل ترین الفاظ سے اپنی تقریروں کو سجا کر ہندو کانگرس کی حمایت کا حق ادا کیا جبکہ اسی جماعت کے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے دعویٰ کیا کہ

"اونٹ سوئی کے ناکہ سے تو گذر سکتا ہے۔ مگر پاکستان نہیں بن سکتا!!"

غرضیکہ کانگرس نواز نام نہاد مسلم جماعتوں نے بلاجھجک ہندو کانگرس کی ہمنوائی میں پاکستان کی مخالفت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔

الحمد للہ! کہ پاکستان بن کر رہا۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر یہ نام نہاد مسلم جماعتیں مخالفت نہ کرتیں تو نہ ہی پنجاب اور بنگال کی تقسیم ہوتی اور نہ ہی کشمیر ہاتھ سے جاتا جس کی بنا پہ لاکھوں فرزندانِ توحید کو ہجرت کرنا پڑی اور جانوں سے ہاتھ الگ دھونے پڑے۔ ان واقعات کو مختصراً اس لئے دُہرانا پڑا کہ موجودہ نسل کو مخالفین پاکستان کا علم رہے۔

## قراردادِ مقاصد

افسوس کہ تشکیلِ پاکستان کے بعد بانیٔ پاکستان حضرت قائدِاعظمؒ فوراً ہی اللہ تعالےٰ کو پیارے ہوگئے۔

جس طرح خود تحریکِ پاکستان کو مسلمانوں کے مختلف طبقوں کی مخالفت و حمایت کے مرحلوں سے گذرنا پڑا تھا۔ اسی طرح پاکستان کی نئی مملکت کو نظریہ اسلام پہ کاربند کرنے کی جدوجہد کو بھی کئی نشیب و فراز دیکھنے پڑے۔ چنانچہ ڈھاکہ سے کراچی تک کے ۳۱ ممتاز علماء کرام جن میں شیعہ دیوبندی بریلوی اور اہلحدیث مکاتبِ فکر کے علماءِ عظام شامل تھے۔ ان کا ایک کنونشن ۲۱ تا ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء بمقام کراچی منعقد ہوا۔ جس میں متفقہ طور پہ بائیس بنیادی اصول طے پائے۔ جن پہ ایک اسلامی مملکت کا آئین مبنی ہونا چاہیئے۔ جن میں پہلا اصول یہ تھا کہ

"دُنیا کی ہر شے اور ہر نظام پہ آخری اور حتمی حاکمیت
صرف اللہ رب العالمین کی ہے۔"

جبکہ دُوسرا اصول یہ طے پایا کہ

"ملک کا قانون کتاب و سنت پر مبنی ہوگا۔
کوئی ایسا قانون نہ بنایا جائے گا۔ جو کتاب وسُنت کے خلاف ہو"

کتاب و سنت سے کسی بھی کلمہ گو مسلمان کو انحراف نہیں ہو سکتا۔ اگر کتاب و سنت کی تعبیر و تشریح پر مسلمانوں کا کلی طور پہ اتفاق ہوتا تو پھر ملتِ اسلامیہ مختلف

مکاتبِ فکر میں کیوں نظر آئی ؟ لہٰذا مندرجہ بالا اصول نمبر ۲ کی تشریح میں پھر چاروں مکاتیبِ فکر کے جید علماء کرام نے اس گتھی کو اس طرح سلجھایا کہ

"ہر اسلامی فرقہ کتاب وسنت کی اس تشریح پر عمل کا پابند ہے ۔ جو اس فرقہ کے نزدیک مستند اور معتبر ہے"۔

## مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا وضاحتی بیان

جب بعض اطراف سے اقلیت اور اکثریت کی بحث شروع ہوئی تو مولانا احتشام الحق صاحبؒ جو قراردادِ مقاصد کنونشن میں بھی شریک تھے انہیں یہ وضاحتی بیان دینا پڑا ۔

"کراچی ۲۵؍ فروری (نمائندہ مساوات) ممتاز عالم دین مولانا احتشام الحق تھانوی نے کہا ہے کہ اقلیت اور اکثریت کی اصطلاح ایک خالص سیاسی اصطلاح ہے جو سیاسی حقوق کے تعاون اور سیاسی مسائل کو طے کرنے میں ترازو کا کام دیتی ہے ۔ مگر اسلامی فرقوں کے مذہبی حقوق کے بارے میں اقلیت و اکثریت کو میعار بنانے سے ایسے فتنوں کے سر اٹھانے کا سنگین خطرہ ہے جس کا صحیح اندازہ اقلیت و اکثریت کے الفاظ بولنے والوں کو نہیں ہے ۔

مولانا نے کہا کہ ہر مسلمہ اسلامی فرقہ ایک اسلامی فرقہ ہے ۔ یہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ۔ ہر مکتبِ فکر کے مشاہیر علماء کے تاریخی اجتماع میں یہ اصول اور حق تسلیم کیا گیا ہے ۔ کہ ہر اسلامی فرقہ کتاب وسنت کی اس تشریح پر عمل کا پابند ہے ۔ جو اس فرقہ کے نزدیک مستند اور معتبر ہے ۔

مولانا نے کہا کہ مفتی جعفر حسین مجتہد ۔ حافظ کفایت حسین مجتہد ۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی اور ظفر احمد انصاری پر مشتمل ایک سب کمیٹی نے بھی یہ فیصلہ کیا تھا جو

میرے پاس محفوظ ہے اور اس فیصلہ پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مفتی محمد حسن صاحب کے دستخط ہیں۔ اس فیصلہ والے اجلاس میں مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا محمد یوسف بنوری، مفتی محمد شفیع۔ مولانا عبد الحامد بدایونی، پیر ہاشم جان مجددی، مفتی صاحب داد، مولانا ابراہیم سیالکوٹی۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی شریک تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج فریقین میں جو لوگ غیر علمی اور غیر تعمیری انداز میں بیان دے کر مذہبی فرقہ واریت کی خلیج وسیع کر رہے ہیں۔ وہ نہ صرف پاکستان کی قسمت سے کھیل رہے ہیں۔ بلکہ دوسری قوموں کو اسلام کے بارے میں یہ تصور دے رہے ہیں کہ اس دور میں اسلامی نظام کے قیام کا تجربہ ناکام ہو گیا ہے۔

(روزنامہ مساوات لاہور ۲۰ فروری ۱۹۷۹ء)

قرار داد مقاصد کے اصول ۲ اور اس کی وضاحت جو کہ تمام اسلامی مکاتیب فکر کے جید علماء کرام نے فرمائی جسے ہم ممتاز عالم دین مولانا احتشام الحق صاحب کے مندرجہ بالا بیان سے پیش کر چکے ہیں۔ اس کے باوجود بعض حلقوں کی جانب سے اکثریت کے بل بوتہ شیعہ کے خلاف ایک محاذ قائم ہو گیا۔

## شیعہ دشمنی کی تحریک

وہی طبقہ جو تشکیل پاکستان کا دشمن تھا۔ اب پاکستان میں شیعہ کو اقلیت قرار دینے کے مطالبات پر اتر آیا۔ شیعہ پر اپنے مسلمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دنیا تذ میں شیعہ طلباء و طالبات کے لئے نہ صرف شیعہ دینیات کی مخالفت بلکہ عزاداری حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو امام بارگاہوں کے اندر محدود کرنے کے مطالبات پر اتر آیا اور ملک کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک ہر

مقام پران لاؤں کی تقاریر سے شیعہ کے خلاف ایک منافرت پیدا کر دی گئی۔ تو جناب سید جمیل حسین رضوی (ریٹائرڈ جسٹس) جو شیعہ مطالبات کمیٹی کے صدر تھے انہوں نے قومی اتحاد کے زعماء کی توجہ اس ناخوشگوار صورت حال کی جانب مبذول کرائی۔

## نوابزادہ نصراللہ خان کا مکتوب

چنانچہ نائب صدر قومی اتحاد جناب نوابزادہ نصراللہ خان نے مرکزی دفتر قومی اتحاد ڈیوس روڈ لاہور سے ۱۱ اگست ۱۹۷۷ء سید جمیل حسین صاحب رضوی کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ

مکرمی و محترمی رضوی صاحب۔ السلام علیکم!

آپ کا خط مرکزی کونسل کے اجلاس میں زیر غور آیا۔ آپ کے مطالبات کے سلسلہ میں مرکزی کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۰ اگست ۱۹۷۷ء مندرجہ ذیل فیصلے متفقہ طور پر کئے ہیں۔

۱۔ پاکستان قومی اتحاد اس بات پر اتفاق کرتا ہے کہ تعلیمی اداروں میں شیعہ سنی طلباء کو اپنی دینیات پڑھائی جائے اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ شیعہ سنی طلباء میں فرقہ وارانہ تعصبات پیدا نہ ہونے پائیں۔

۲۔ پاکستان قومی اتحاد عزاداری کے متعلق مروجہ قوانین کے تحت جو حقوق شیعہ حضرات کو حاصل ہیں۔ ان میں کسی طرح کی کمی نہیں کرے گا۔

۳۔ پاکستان قومی اتحاد اس بات سے اتفاق کرتا ہے کہ شیعہ سنی اوقاف بورڈ الگ الگ بنائے جائیں۔ ممبران بورڈ کے مشورے اور رضامندی سے اوقاف کو قبضے میں یا مقبوضہ اوقاف کو واگذار کیا جائے اور یہ کہ اوقاف کی آمدنی مرضیٔ واقف کے

مطابق ممبران بورڈ کے مشورے سے صرف کی جائے۔

پاکستان قومی اتحاد کے ان فیصلوں کو سیکرٹری جنرل نے آج اپنی پریس کانفرنس میں بیان کر دیا ہے۔ اور آپ کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ آپ اپنے اس خط کو جو اس ضمن میں آپ نے مجھے تحریر کیا ہے۔ اور پاکستان قومی اتحاد کا یہ جواب پریس کو جاری کر سکتے ہیں۔ اور دیگر طریقوں سے بھی اس کی تشہیر کے مجاز ہیں۔

والسلام

احقر دستخط

نوابزادہ نصراللہ خان

نائب صدر پاکستان قومی اتحاد۔

سید جمیل حسین رضوی ریٹائرڈ جج مغربی

پاکستان ہائی کورٹ ۱۱۔ فین روڈ لاہور

## پیر پگاڑا کا بیان

جب شیعہ کو نظرانداز کر کے فقہ حنفی کے نفاذ کا چرچا ہوا۔ اور شیعہ پر بھی فقہ حنفی کے تحت قوانین جاری ہوئے تو عالیجناب پیر پگاڑا صاحب نے مورخہ ۶ر اپریل ۱۹۷۹ء بمقام حیدرآباد ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

موجودہ اسلامی قوانین نامکمل ہیں اور شیعہ حضرات کے لئے ان کی فقہ کے مطابق قوانین نافذ کئے جائیں۔

انہوں نے کہا کہ وہ ان کاغذات کو نکالیں گے جن میں یہ طے پایا تھا۔ کہ شیعہ حضرات کی شریعت کے مطابق اسلامی قوانین بنائے جائیں گے۔

انہوں نے اس بات سے اتفاق کیا کہ موجودہ اسلامی قوانین فقہ جعفریہ کی نفی کرتے ہیں۔

روزنامہ امروز لاہور ۷ر اپریل ۱۹۷۹ء

صفحہ آخر کالم نمبر ۴

متعصب ملاؤں کی ہٹ دھرمی اور حکومت کی جانبداری کے پیش نظر تحریک استقلال کے رہنما محمد اصغر خان صاحب نے بھی اس یکطرفہ کارروائی کو مناسب

نہ سمجھتے ہوئے شیعہ کے حقوق کی حمایت کی جس پر تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کے جنرل سیکرٹری نے ان کا شکریہ ادا کیا تو اس کے جواب میں انہوں نے ۱۹ر جولائی ۱۹۷۹ء ایبٹ آباد سے تحریر فرمایا۔

## جناب اصغر خان کا مکتوب

مکرمی شبیر نقوی صاحب!

السّلام علیکم: خلیفہ امام الدین بقا صاحب نے آپ کا ۱۰ر جولائی کا خط مجھے کوئٹہ میں دیا۔ میں نے جو کچھ بھی فقہ جعفریہ کے بارے میں کہا ہے وہ تحریک استقلال کی پالیسی کے عین مطابق ہے۔ ہمارا نظریہ ہے اور انصاف کا یہ تقاضہ بھی ہے۔ کہ ہر مسلمان کو اپنے عقیدے کے مطابق مملکت پاکستان میں زندگی گذارنے کا حق ہے۔ اور یہ حق سلب کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ آپ کے خلوص اور خط کا شکریہ!

اُمید ہے کہ آپ بعافیت ہوں گے۔

مخلص

دستخط

محمد اصغر خان

جناب سید شبیر حسین نقوی

مرکزی دفتر تحریک نفاذ فقہ جعفریہ

اُردو بازار گوجرانوالہ

## صدر پاکستان محمد ضیاء الحق کی یقین دہانی

اب ہم صدر پاکستان جناب محمد ضیاء الحق صاحب کی اس یقین دہانی کا بھی تذکرہ کرنا مناسب سمجھیں گے جو تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سربراہ مرحوم قائد علامہ مفتی جعفر حسین صاحب کی قیادت میں بتاریخ ۵-۶ر جولائی ۱۹۸۰ء بمقام اسلام آباد تاریخی احتجاج کے موقعہ پر بصورت تحریری معاہدہ کرائی گئی کہ

- ایک فرقہ کی فقہ دوسرے فرقہ پر مسلّط نہ کی جائے گی۔
- اگر کوئی قانون، آرڈیننس یا ایکٹ ایسا نافذ ہو گیا۔

ہو تو اس میں شیعہ کے لئے فقہ جعفریہ کے مطابق ترمیم کر دی جائیں گی۔

• آئندہ قانون سازی میں شیعہ کے لئے فقہ جعفریہ کو مدِنظر رکھا جائے گا۔
• ۱۵ ستمبر ۱۹۸۰ء تک اس بارے میں ضروری اقدامات کئے جائیں گے۔

یہ تحریری معاہدہ صدر گرامی قدر اور قائد تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے مابین بتاریخ ۶ جولائی ۱۹۸۰ء ہوا۔ قائدِ ملت جعفریہ کے ہمراہ وفد میں مولانا سید گلاب شاہ صاحب، مولانا سید صفدر حسین نجفی صاحب، لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) سید فدا حسین نقوی اور سید شبیر حسین ایڈووکیٹ تھے۔ جبکہ معاہدہ پر حکومت کی جانب سے مسٹر محمود اے ہارون وفاقی وزیر مذہبی امور نے دستخط کئے اور شیعہ کی جانب سے جناب مفتی صاحب قبلہ نے۔ مگر افسوس کہ سی ایم ایل اے سیکرٹریٹ میں تحریر شدہ اس معاہدہ پر عملدرآمد نہ کیا گیا سوائے اس کے کہ شیعہ سے زکوٰۃ حکومت وصول نہ کرے گی بلکہ وہ اپنی فقہ کے مطابق زکوٰۃ کی ادائیگی پر عمل کریں گے۔ مگر عشر کہ جس کا کوئی جواز ہی نہیں کی وصولی کا ایک نیا طریقہ ایجاد کرکے شیعہ زمینداروں کو خوب پریشان کیا گیا۔ بالآخر ان سے وصولی کر ہی لی گئی۔

## عزاداری کی مخالفت

۶ جولائی ۱۹۸۰ء کے تحریری معاہدہ پر عملدرآمد تو درکنار عزاداری سید الشہداء علیہ السلام کا بجا لانا بھی اس مملکت اسلامیہ میں ایک مسئلہ بن گیا۔ ۱۹۸۱ء سے ملک کے کئی مقامات پر ماتمی جلوسوں کے تقدس کو پامال ہونا پڑا۔ عزاداروں پر پتھراؤ اور آتشگیر مادہ کھلے بندوں استعمال ہوا شیعہ مساجد امام بارگاہوں اور نجی املاک کو نذرِ آتش کیا گیا۔ شیعہ کے خلاف اس انداز سے محاذ قائم ہوئے کہ مرزائیوں کے خلاف تحریک بھی پست نظر آنے لگی۔ ہر مقام کی انتظامیہ کو نااہلی کی سزا نہ دی گئی۔ بلکہ الٹا شیعہ کے خلاف پرچے بھی درج ہوئے اور گرفتاریاں بھی ہوئیں گویا کہ شیعہ کو من حیث الجماعت پاکستان کی تشکیل میں تن من اور دھن کی قربانیوں کا اس انداز سے صلہ دیا گیا اور پاکستان کے نظریہ کی مخالفت کرنے والے فسادیوں کی جی بھر کر حوصلہ افزائی کی گئی۔ بلکہ پولیس ایکٹ میں ترمیم سے عزاداری کے جلوسوں

کو بھی ختم کرنے کا منصوبہ بنا لیا گیا۔ بالآخر ان حالات سے تنگ آکر۔

## نوّے دن کا نوٹس

قائد تحریک نفاذ فقہ جعفریہ حجۃ الاسلام آغا سید حامد علی شاہ الموسوی نے حکومت کو نوّے دن کا نوٹس دیا کہ ہمارے مطالبات پورے کئے جائیں۔ ورنہ ہم راست اقدام پر مجبور ہوں گے۔ مگر حکومت نے ذرہ بھر بھی احساس نہ کیا۔ اور نہ ہی ۶ جولائی ۸۰ء کے تحریری معاہدہ کو کوئی وقعت دی۔ ادھر ملک کے دوسرے مقامات پر عموماً اور کراچی و سرگودہا میں خصوصاً محرم کے موقعہ پر جو سنگین صورت پیدا ہوئی وہ قطعاً ناقابل برداشت تھی۔ چنانچہ

## چوک فوّارہ راولپنڈی

سے مؤثر احتجاجی پروگرام کی ابتداء ہوئی۔ ہزارہا عزاداروں کو سنگین قسم کی آنسو گیس سے دوچار ہونا پڑا۔ قائد ملت جناب آغا السید حامد علی شاہ اور دیگر زعماء گرفتار کر لئے گئے۔ مگر ملت شیعہ اسلامیہ جو نہ صرف حکومت کی بدعہدی سے تنگ آ چکی تھی بلکہ عزاداری کے خلاف پولیس ایکٹ میں ترمیم کے باعث سمجھ چکی تھی۔ کہ حکومت خود محرکات پیدا کر رہی ہے کہ شیعہ بحیثیت شیعہ زندگی نہ گذار سکیں لہٰذا

## قدیمی امام بارگاہ راولپنڈی

سے باقاعدہ طور پر ایجی ٹیشن کا آغاز ہُوا۔ ہزارہا شیعیانِ علیؑ نے گرفتاریاں پیش کیں روزانہ جلوس برآمد ہوتے پورے ملک سے شیعہ علماء زعماء اور ذاکرین اجتماعات سے خطاب کرتے پولیس نے شدید قسم کے لاٹھی چارج کئے آنسو گیس استعمال کی۔ سید صفدر علی شاہ پولیس تشدد کا نشانہ بنتے ہوئے شہید ہوا۔ جیل سید اشرف حسین کا جنازہ نکلا مگر دینِ حق کی خاطر حوصلے بڑھتے ہی گئے۔

## حکومت سے گفت و شنید

ایجی ٹیشن بھی جاری رہی ارباب اقتدار نے گفت گو کے دروازے بھی کھول دیئے مگر شیعہ زعماء

نے اپنے مطالبات میں ذرّہ بھر لچک پیدا نہ کی ۔ اسی دوران جناب محمد ضیاء الحق صاحب ریفرنڈم کے تحت صدر بن گئے ۔ اور نمائندہ حکومت کے نام سے کابینہ بھی بنائی گئی ۔ تو

**وزیر اعظم** محمد خان جونیجو صاحب وزیر اعظم نے قائدِ ملت کو یقین دلایا کہ ایجی ٹیشن بند کر دی جائے تو وہ شیعہ مطالبات پر ہمدردانہ غور کریں گے اس کے لئے انہوں نے چھ ماہ کی مہلت بھی چاہی ۔ چنانچہ قائدِ ملت نے ایجی ٹیشن چھ ماہ کے لئے ملتوی کرنے کا اعلان کیا تاکہ حکومت کو پھر موقعہ دے دیا جائے کہ وہ اپنے وعدہ کا پاس کرے ۔

**۱۶ سولہ رُکنی کمیٹی** مطالبات کا معاملہ حکومت اور شیعہ کے مابین تھا ۔ مگر حکومت نے اس کمیٹی میں سُنی نمائندے بھی شامل کئے ۔ جن میں مولوی ضیاء القاسمی ایسا متعصب رُکن بھی رکھا گیا جو پاکستان میں شیعہ کے وجود کو برداشت ہی نہیں کرتا ۔ یہ تشکیل پاکستان کے مخالفین کا پیروکار اب پاکستان کو سُنی سٹیٹ بنانے کا مطالبہ کر رہا ہے ۔ جو کہ مملکتِ اسلامیہ کی سالمیت کو تباہ کرنے کا طریق واردات ہے ۔ مگر اپنے مؤقف کے قطعاً جائز ہونے کی بنا پر ایسے ارکان سے بھی شیعہ نمائندے نہ گھبرائے ۔

**سانحہ کوئٹہ** صدرِ مملکت کو ان کے وعدہ ۶ر جولائی ۱۹۸۰ء یاد کرانے کے لئے ملک کے صوبائی مراکز پر احتجاجی مظاہروں کا پروگرام مرتب ہُوا ۔ دیگر مقامات پر پُرجوش مظاہرے ہوئے مگر کوئٹہ کے مظاہرہ پر مقامی انتظامیہ نے اپنی نااہلی کا ثبوت دیتے ہوئے پُرامن مظاہرین پر آنسو گیس کے شیل برسائے مگر مظاہرین نے انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کیا ۔ تو انتظامیہ نے مظاہرین پر فائرنگ شروع کر دی ۔ امام بارگاہوں کو گھیرے میں لے لیا گیا ۔ شیعہ کے گھروں میں پولیس نے گھس کر گرفتاریاں کیں ۔ ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی ۔ کہ الٹا شیعہ کے خلاف سنگین قسم کے مقدمات درج کر لئے گئے ۔

## فراخدلی کی انتہا

چھ ماہ گذرنے کے بعد وزیر اعظم نے پھر مہلت طلب کی جو دیدی گئی یہ مدت ختم ہوئی تو پھر مہلت طلب کی گئی ۔ جو پھر دے دی گئی ۔ یہ مدت بھی ختم ہوئی تو وزیر اعظم نے یقین دلایا کہ سولہ رکنی کمیٹی ۱۶ رمئی ۱۹۸۶ء کو اپنی سفارشات میرے سپرد کر دے گی ۔ مگر ۸ رمئی کے اجلاس میں مولوی عبدالقادر روپڑی صاحب کو لایا گیا اور مزید ارکان کے اضافہ کی تجویز پیش کی گئی ۔ گویا کہ معاملہ کو گہری کھائی میں دفن کرنے کا پروگرام بنا ۔

## قائدِ ملت کی ٹیلیگرام بنام وزیر اعظم

۸ رمئی قائدِ ملت نے اس صورت حال کے پیشِ نظر وزیر اعظم کو مفصل ٹیلیگرام کے ذریعہ مطلع کیا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ معاملہ کو طول دے کر دفن کیا جا رہا ہے ۔ جو ناقابلِ برداشت ہے ۔ لہٰذا اب اسکی ذمہ داری حکومت پر عائد ہو گی ۔

## واقعات دُہرانے کی غرض و غایت

ان واقعات کو علمی منصوبہ کے امیدواروں کے گوش گذار کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ انہیں اس صورتِ حال کا علم رہے کہ اس مملکت جس کے لئے ہم نے بیش بہا قربانیاں دیں شیعہ دماغ اور شیعہ سرمایہ اسکی تشکیل کا موجب بنا ۔ آج اس مملکت میں ہمارے ساتھ کیا برتاؤ ہو رہا ہے ۔

## شریعت بل

اسی اثناء میں حکومت کی جانب سے شریعت بل کے نام سے ایک مسودہ شائع کیا گیا ۔ مقامِ حیرت ہے ۔ کہ متحدہ پاکستان کے جید علماء کرام نے جن میں شیعہ، اہلحدیث، دیوبندی، بریلوی نظریات کے علماءِ اسلام شامل تھے ۔ انہوں نے قرار دادِ مقاصد مرتب کی کہ پاکستان میں کتاب و سنت کے علاوہ کسی تیسری شق کی گنجائش نہیں اور کتاب و سنت کی تشریح و تعبیر ہر اسلامی مکتبِ فکر کے لئے اس کے

معتبر مستند مسلمات کے مطابق ہوگی۔ تو اب یہ کونسی نئی شریعت ہے۔ جس کا بل پیش کیا جارہا ہے۔

چنانچہ شیعہ کے علاوہ جمعیت اہلحدیث کے قائد علامہ احسان الہیٰ ظہیر نے بھی اسے فراڈ قرار دیا ہے۔

مقام حیرت ہے کہ آئے دن اسلام کے نام پر کیا انداز اختیار کئے جارہے ہیں۔

کبھی نظام مصطفےٰ اور کبھی فقۂ حنفی اور اب شریعت بل۔ شاید ایسے ہی موقعہ کے لئے کسی شاعر نے کہا تھا کہ ع

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

قرآن حکیم جب مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ سبھی مسلمانوں کا اس پر ایمان ہے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی ترجمان ہے اور اسے ہی ڈھاکہ سے کراچی تک کے جید علماء کرام نے قرار داد مقاصد میں مرکز و محور قرار دیا۔ اور پھر انہیں علماء کرام نے ایک سب کمیٹی تشکیل دی۔ جس میں شیعہ اہلحدیث دیوبندی بریلوی علماء نے متفقہ طور پر تسلیم کیا کہ

• کتاب و سنت کی تشریح و تعبیر ہر مسلمہ اسلامی مکتب فکر کے لئے وہی ہوگی۔ جو اس کے مسلمات کے مطابق معتبر و مستند ہو"

اس قدر وضاحت کے باوجود قرار داد مقاصد سے ہٹ کر ملت اسلامیہ سے جو مذاق کھیلا جارہا ہے وہ سوائے اس کے کہ فرقہ وارانہ کشیدگی سے اتحاد اسلامی کی کمزور سے کمزور کر دیا جائے جس کا نتیجہ بھی ظاہر ہو چکا ہے۔

ملاؤں کا وہ طبقہ جو پہلے سے پاکستان کا ازلی دشمن تھا۔ ان میں سے بچے کچھے اور ان کی ذریت نے فائدہ اٹھاتے ہوئے جو کردار ادا کیا وہ ان واقعات سے ظاہر ہے۔

• محرم الحرام کے جلوسوں کے اجلال و احترام کی تباہی

- مساجد امام بارگاہوں اور نجی جائیدادوں کا نذرِ آتش ہونا ۔
- قتل و غارت
- دیوبندی بریلویوں کی آپس میں سرپھٹول
- مقلد اور غیر مقلد کا ایک دوسرے کی مساجد پر قبضہ
- مساجد کا سیل ہونا ۔
- ایک دوسرے کے تراجم قرآن اور تفاسیر کی ضبطی کے مطالبے ۔
- حتیٰ کہ بادشاہی مسجد لاہور میں نعرۂ رسالت کا "مردہ باد" (نعوذ باللہ من ذالک) سے جواب دینا ۔

قطع نظر سیاسی اختلافات کے اس وقت فرقہ وارانہ نظریات نے مسلمانوں میں ایک دوسرے سے جو نفرت وحقارت پیدا کر رکھی ہے وہ محض نظریہ پاکستان اور قرار دادِ پاکستان کو پسِ پشت ڈالنے کا نتیجہ ہے ۔

**افسوس سے کہنا پڑتا ہے** کہ بھارت کی ہندو کانگرس ہمارے بارے میں کیا تاثر لے گی کہ

- جس دین اسلام کی خاطر بھارت کے ٹکڑے کرنے سے مسلمانوں نے گریز نہ کیا ۔
- جس دین اسلام کی خاطر مسلمانوں نے بے انتہا قربانیاں دیں ۔

آج اکتالیس برس گذر جانے کے بعد اسی دین اسلام کا نفاذ بھی نہیں کر سکے ۔

چونکہ بعض حلقوں سے یہ آواز بھی سنائی دے رہی ہے کہ نفاذِ اسلام میں شیعہ مکتبِ فکر حائل ہے جو فقہِ جعفریہ کا مطالبہ کر رہا ہے ۔ اس آواز کے پیشِ نظر ہم نے اس مسئلہ کی وضاحت کر دینا مناسب سمجھی

- نفاذ فقہِ جعفریہ کا مطالبہ درحقیقت قرار داد مقاصد پر عملدر آمد کرانے کی موثر تحریک ہے ۔
- تحریک نفاذِ فقہِ جعفریہ قرار دادِ پاکستان کا بھولا ہوا سبق یاد کراتی ہے ۔
- تحریک نفاذ فقہِ جعفریہ مسلمہ اسلامی مکاتیبِ فکر کے باہمی اتحاد کی دعوت ہے ۔
- تحریک نفاذ فقہِ جعفریہ پاکستان کی سالمیت کی ضامن ہے ۔

# وراثت انبیاء علیہم السلام

مسئلہ فدک میں اگر ہٹ دھرمی سے ہٹ کر کھلے ذہن سے معاملہ پر غور کیا جائے تو یہ کوئی اس قدر پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے جو حل نہ ہو سکے پوری اُمّتِ مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد بنتِ رسول سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ زہرہ سلام اللہ علیہا نے حضرت ابوبکر کے دربار میں اپنے باپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ترکہ یعنی اراضیات فدک کا دعویٰ کیا جسے جناب ابوبکر نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ

پیغمبر نے فرمایا ہے کہ ہم گروہِ انبیاء نہ خود وارث ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی وارث ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے بعد ترکہ چھوڑا۔

- ترکۂ رسولؐ کو حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا۔
- بنتِ رسولؐ جنابِ صدیقۂ طاہرہ فاطمۃ الزہراؑ نے اس ترکہ کے بارے میں دعویٰ کیا۔
- حضرت ابوبکر نے جواب میں وہی کچھ فرمایا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یعنی حضورؐ نے فرمایا کہ ہم گروہِ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی وارث ہوتا ہے وہ جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

اس کے بعد کتبِ فریقین شیعہ اور سُنّی میں اس مسئلہ پر اچھی خاصی بحث موجود ہے جو جنابِ ابوبکر اور حضرت سیدہ طاہرہ بنتِ رسولؐ کے مابین ہوئی۔

حضرت ابوبکر کا یہ فرمانا کہ انبیاء ورثہ نہیں چھوڑتے ان کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ یہ روایت انہی سے اصح الکتب بعد کلام باری بخاری شریف میں امام بخاری نے یوں نقل کی ہے۔

عن ابن شہاب قال اخبرنی عروۃ ابن الزبیر ان عائشہ ام المومنین اخبرتہ ان فاطمۃ بنت رسول اللہ سالت ابابکر الصدیق بعد وفات رسول اللہ ان یقسم میراثھا مما ترک رسول اللہ مما افاء اللہ علیہ فقال لھا ابوبکر ان رسول اللہ قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ فھجرت ابابکر فلم تزل مھاجرتہ حتی توفیت۔

(صحیح بخاری جلد ۲ کتاب الخمس)

(ترجمہ) ابن شہاب نے کہا کہ مجھ سے عروہ ابن زبیر نے بیان کیا اس سے ام المومنین حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ جناب فاطمہ بنت رسول اللہ نے بعد وفات رسول ابوبکر سے سوال کیا کہ رسول اللہ کی متروکہ وراثت تقسیم کر دے جو رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ فئے عطا کی تھی۔ ابوبکر نے جناب فاطمہ سے کہا رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ ہم ورثہ نہیں چھوڑتے۔ جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ جناب فاطمہ ابوبکر پر غضبناک ہوگئیں۔ اور ابوبکر سے ترک کلام کیا اور یہ ترک گفتگو ہمیشہ رہا یہاں تک کہ فوت ہوگئیں۔

اگرچہ یہ واقعہ احادیث کی دیگر کتب مثلاً مسلم شریف سے لے کر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ازالۃ الخفاء تک میں موجود ہے مگر ہم نے بخاری شریف سے اسے نقل کیا ہے۔ جس کی عظمت و صداقت کا یوں اقرار کیا جاتا ہے۔ کہ

①

ترجمہ: یہ بخاری ومسلم) قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح ہیں۔ جن پہ امت کا اجماع ہے۔ (صواعق محرقہ فصل اول ص۹)

②

ترجمہ: جو کچھ بخاری ومسلم یا ان میں سے کسی ایک کتاب میں موجود ہے بغیر کسی تنقید یا جرح کے قبول کیا جائے۔

(نیل الاوطار جلد ا ص۱۲)

③

ترجمہ: امام بخاری خود فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی ایسی حدیث نہیں لی۔ جو صحیح نہ ہو یہ کتاب مسجد الحرام میں بیٹھ کر ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے استخارہ کیا گیا۔ اور آبِ زمزم سے غسل اور وضو کرکے دو رکعت نماز ادا کرکے حدیث لکھی گئی۔

(مقدمہ شرح مشکوٰۃ فارسی ص۱ از شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

④

ترجمہ: بعض علماء نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے کتاب لکھ کر خانہ کعبہ کی چھت پر رکھ دی اور اللہ تعالےٰ سے دعا مانگی کہ یا اللہ جو کچھ اسمیں غلط ہے اسکو ضائع کردے۔ چنانچہ ایک سال کے بعد جب امام بخاری نے دیکھا تو تمام احادیث اسی طرح موجود تھیں۔

(مقدمہ شرح مشکوٰۃ مذکور)

بخاری شریف کی قطعی صحت پر جمہور علماء اہلسنت کا مکمل اجماع ہے جیسا کہ مولوی اختشام الدین مراد آبادی نے نصیحتہ الشیعہ جلد ۳ ص۶۵ پر اور علامہ وحید الزمان نے انوار اللغتہ پارہ ۱۴ ص۲۲ پر اس کا اقرار کیا ہے۔ گویا کہ بخاری شریف پر دین کا دارومدار تسلیم کیا گیا ہے۔

## حضرت ابوبکر کی روایت

اب ہم حضرت ابوبکر کی اس روایت کو جو انہوں نے بنت رسول خدا جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے اپنے پدر گرامی قدر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ کے مطالبہ کے جواب میں پیش کی جسے ہم بخاری شریف سے پیش کر چکے ہیں۔ اب اس روایت کو قرآن حکیم کے سامنے پیش کرنے سے قبل یہ بتا دینا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ ابن شہاب سے یہ روایت عروہ بن زبیر نے بیان کی جو حضرت ابوبکر کے نواسہ ہیں۔ عروہ نے اپنی خالہ جناب ام المومنین حضرت عائشہ سے سنی جو حضرت ابوبکر کی صاحبزادی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عائشہ اپنے بھانجے کو بلاتکلف متعدد احادیث سنایا کرتی تھیں۔

چنانچہ جاہلیت کے زمانہ کے نکاحوں پر مشتمل روایت بھی انہی عروہ کی زبانی جناب ام المومنین حضرت عائشہ سے بخاری شریف میں موجود ہے جس کا ترجمہ پیش کرنے سے حیا دامنگیر ہوتی ہے۔ بہر حال حضرت ابوبکر نے جو پیغمبر برحق سے منسوب روایت پیش کی وہ قرآن حکیم کے سراسر خلاف نظر آرہی ہے جیسا کہ ارشاد رب العزت ہوتا ہے کہ

(۱)

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ

(النساء آیت ۳۳)

ترجمہ: اور ماں باپ اور قرابت دار (غرض) جو شخص جو ترکہ چھوڑ جائے ہم نے ہر ایک کا (والی) وارث مقرر کر دیا ہے۔

(۲)

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْكَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا۔

(النساء آیت ۷)

ترجمہ :۔ ماں باپ اور قرابت داروں کے ترکہ میں کچھ حصہ تو خاص مردوں کا ہے اور (اسی طرح) ماں باپ اور قرابت داروں کے ترکہ میں کچھ حصہ عورتوں کا بھی ہے خواہ ترکہ کم ہو یا زیادہ (ہر شخص کا) حصہ ہماری طرف سے مقرر کیا ہوا ہے۔

(۳)

اسی سورہ نساء کی آیت ۱۱ میں رب العزت نے يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ...... الخ کے تحت حصوں کی تقسیم بھی تفصیل کے ساتھ بیان کردی ہے۔

(۴)

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (النمل آیت ۱۶)

ترجمہ : سلیمانؑ ۔ داؤدؑ کے وارث ہوئے۔

(۵)

حضرت زکریاؑ بارگاہ رب العزت میں اپنے وارث کیلئے یوں دعا فرماتے ہیں

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوْبَ (مریم آیت ۶)

ترجمہ (جو) میری اور یعقوب کی نسل کا وارث ہو۔

یعنی جو میری وراثت علم کو بحیثیت نبی ہونے کے اور مالی وراثت کو بحیثیت بیٹا ہونے کے سنبھالے اور آل یعقوب کی وراثتِ نبوت بحیثیت نبی ہونے کے حاصل کرے۔

## ایک اعتراض اور اس کا جواب

بعض حضرات انبیاء علیہم السلام کی وراثت کو مالی وراثت سے الگ کرتے ہوئے علمی وراثت پر خواہ مخواہ زور دیتے ہیں حالانکہ آیہ مجیدہ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوُدَ کی تفسیر کرتے ہوئے اہلسنت کے امام المفسرین امام فخرالدین رازی نے اپنی مشہور و معروف تفسیر کبیر جلد ۶ صـ۵۵۷ میں اس گتھی کو بھی یوں حل کر دیا ہے۔

" فقال الحسن المال وقال غيره النبوة وقال آخرون بل الملك والسياسة "

ترجمہ: حسن کہتے ہیں کہ سلیمان مال کے وارث ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ نبوت مراد ہے مگر متاخرین علماء کہتے ہیں کہ یہاں ملک و سیاست مراد ہے۔

فاما اذا قيل ورث المال والملك معًا فهذا لا يبطل بالوجوه التي۔

ترجمہ:۔ یعنی جب یہ کہا جائے کہ سلیمان ملک و مال کے اکٹھے وارث ہوئے تو یہ بوجوہ مذکورہ باطل نہیں ہو سکتا۔

یعنی یہ مختلف اقوال کی تطبیق ہے اور نبوت کے وارث اگر حضرت سلیمان بعد مال و ملک کے ہوں تو اس سے وراثت مال کی نفی نہیں ہو سکتی۔

## طبری نے عقدہ حل کر دیا

تفسیر طبری جلد ۱۹ صـ۶۹ پر تحریر ہے کہ حضرت سلیمانؑ اپنے باپ کے علم کے وارث تو حضرت داؤدؑ کی زندگی میں ہوئے اور ملک (مال) کے وارث بعد میں ہوئے۔

کلام پاک یعنی قرآنِ حکیم اور تفاسیر سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر کا قول " لا نورث " یعنی پیغمبرؐ کا وارث نہیں ہوتا مخالف قرآن ہے۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی اولاد ان کے ترکہ سے محروم نہیں ہوتی۔ بلکہ وارث ہوتی ہے۔

# یزید ملعون خدا تعالیٰ اور رسولؐ کا باغی ہے

بعض افراد عزا داری حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی مخالفت میں یزید ملعون کی حمایت پر اس قدر اندھے ہو جاتے ہیں کہ کبھی اس کی امارت و خلافت پر اجماع مسلمین کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے۔ تو کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ یزید لعین نے تو قتل حسین کا حکم نہ دیا تھا یا پھر یزید کے محاسن و فضائل میں کہا جاتا ہے کہ آخر امت کیلئے کسی نہ کسی امیر کی تو ضرورت ہے۔ جیسا کہ محمود عباسی نے " خلافتِ معاویہ و یزید " ایسی ایمان سوز کتاب سے یہ کردار ادا کیا۔ بہر حال زنگا رنگ کے افسانوں سے یزید نابکار کے بدترین اعمالنامہ پر پردہ پوشی کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔ مثلاً حضور سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث منسوب کر دی گئی ہے۔ کہ

فرمایا سرکارِ دو عالم نے کہ جو لشکر قسطنطنیہ فتح کرے گا وہ مغفور ہو گا۔

اب لشکر مغفور میں کبھی یزید پلید کو شامل دکھایا جاتا ہے تو کبھی اس لشکر مغفور کا اس نابکار کو سردار کہا جاتا ہے تاکہ بخشش کی کوئی راہ نکل آئے۔

قسطنطنیہ میں وہ کیا بات تھی جس کے لئے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اُسے فتح کرنے والے لشکر کو لشکر مغفور فرما کر مغفرت کی بشارت دے دی۔ مصر یا ایران کی فتح کے لئے ہادیٔ دو عالمؐ نے کوئی بشارت کیوں نہ دی؟ بنو اُمیہ کے دَور میں جہاں اور خرابیاں نظر آئیں گی۔ وہاں حدیث سازی کی ٹکسال بھی ملے گی۔ کہ نام نہاد حکمران جو امیر المؤمنین کا لقب اختیار کرتے رہے ان کے اعمالِ بد کو چھپانے یا ان کے جواز کی خاطر فوراً حدیث بن جاتی تھی۔ اسی طرح یزید ملعون کیلئے بھی یہ حدیث وضع کی گئی۔ مگر بَد بَد ہی ہوتا ہے۔ اس کی بدکاریاں عیاں ہو کر ہی رہتی ہیں لہٰذا حواریین یزیدؔ کی تمام کاوشیں ایک طرف اور مکہ و مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجانا ایک طرف۔

## مدینہ منوّرہ کی عظمت

صحابیٔ رسولؐ حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔

ترجمہ:۔ مدینہ منورہ یہاں سے وہاں تک حرم ہے۔ نہ اس کے درخت کاٹے جائیں نہ یہاں کوئی حادثہ برپا کیا جائے۔ جو شخص یہاں کوئی حادثہ برپا کرے تو اس پر اللہ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے (صحیح بخاری شریف جلد اوّل ص ۲۱۹ مطبوعہ مصر)

صحابیٔ رسول حضرت سعد بن وقاص نے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یوں روایت کی ہے کہ

ترجمہ:۔ نہیں ارادہ کرے گا کوئی بھی مدینے کے رہنے کے لئے کسی بُرائی کا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکو جہنم کی آگ میں سیسے کی طرح پگھلا دے گا۔

(تاریخ ابنِ کثیر شامی جلد ۸ ص ۲۲۳ طبع بیروت)

امام احمد بن حنبل نے حضرت سائب ابن خلاد سے روایت کی ہے کہ سرورِ کائنات فخرِ موجوداتؐ نے فرمایا۔

ترجمہ:۔ جو شخص اہلِ مدینہ کو ظلم کے ساتھ خوف زدہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو خوف میں مبتلا کرے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی

لعنت ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے لئے نہ کسی رعایت کو قبول کرے گا نہ کسی بدل کو۔

(تاریخ ابن کثیر شامی جلد ۸ صفحہ ۲۲۳ طبع بیروت)

اس حدیث کو امام نسائی نے بھی کئی سندوں سے نقل کیا ہے اور اسی طرح حمیدی نے بھی۔ واضح رہے کہ ابن کثیر نے اسی مفہوم کی اور بھی بہت حدیثیں نقل کی ہیں۔

**جلالت مکہ مکرمہ**

مکہ مکرمہ کی جلالت کیلئے صرف یہی عرض کہہ دینا ہی کافی ہو گا۔ کہ یہ بلد الامین ہے اور خانہ کعبہ اسکی جلالت کا منظہر ہے۔

**قتل حسینؑ کے بعد**

یزیدؒ اور حسینؑ کی جنگ کو دو خاندانوں یعنی بنو امیہ اور بنو ہاشم کی باہمی رقابت کہنے والوں کو آنکھیں کھول کر اور تعصب کی عینک اُتار کر دیکھنا چاہیئے کہ اگر واقعہ کربلا دو خاندانوں یعنی بنو اُمیہ اور بنو ہاشم کی باہمی رقابت کا نتیجہ ہوتا تو امام عالی مقام فرزند رسولؐ اور ان کے خاندان و اصحاب و انصار کی قتل و غارت کے بعد اہل بیت رسولؐ کے خیام کو لوٹنے، نذر آتش کرنے یا بنی زادیوں کے سروں سے چادریں چھین کر انہیں رسن بستہ کرا کر بازاروں میں رسوا کرانے کی کارروائی پر یزیدؒ اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر سکتا تھا۔ مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ اس کے سینے میں آگ بھڑکتی رہی۔ کیونکہ اسکی دشمنی دراصل اسلام سے تھی۔ امام حسینؑ داعیٔ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کتاب اللہ کے وارث اور سنتِ رسولؐ اللہ کے محافظ تھے۔ لہٰذا انہیں قتل کرانے کے بعد اب وہ ان مقامات سے انتقام لینے کے درپے ہوا جہاں سے کتابُ اللہ کی آواز اٹھتی تھی۔ چنانچہ اب اس کے سامنے مکہ و مدینہ کی تباہی کا منحوس پروگرام تھا جسے اس نے پورا کیا۔

ہم ان لرزہ خیز واقعات کو حافظ عماد الدین ابن کثیر کی زبانی ہی پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ جو خود یزید ملعون کے حامیوں میں ایک مشہور حامی ہے مگر

اس ملعون کے ہاتھوں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی تباہ کاریوں پر پردہ نہ ڈال سکا۔
بلکہ اس کا بھی اعتراف کر بیٹھا کہ یزیدؑ ہی قاتل حسینؑ ہے۔

## ابن کثیر کا بیان

یہ آٹھویں صدی ہجری کا شامی مؤرخ لکھتا ہے۔
ترجمہ (با محاورہ)

اور یقیناً یزیدؑ نے مسلم ابن عقبہ سے یہ کہہ کر کہ وہ مدینے کو تین دن تک مُباح کر دے (ہر قسم کے قتل و غارت و زنا کاری کے لئے) بڑی فحش غلطی کی۔ یہ بہت بڑی فحش غلطی ہے۔ اس حقیقت کے ساتھ کہ اس میں (یعنی مدینہ میں) صحابہ اور ان کے بیٹوں کی کثیر تعداد قتل ہوئی۔ اور یہ بات تو پہلے ہی بیان ہو چکی ہے۔ کہ یزید نے حسین (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کو عبیداللہ ابن زیاد کے ہاتھوں قتل کروایا۔

ان تین دنوں (تباہی مدینہ کے) میں مدینہ نبویہ میں ایسے عظیم مفاسد برپا ہوئے کہ نہ ان کی کوئی حد ہے نہ ان کو بیان کیا جا سکتا ہے۔ اور جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو (مدینہ) بھیج کر اپنی سلطنت اور اپنے ملک کو مضبوط بنانا چاہا تھا کہ وہ کسی مخالف کے بغیر اپنے ایام حکومت کو دوام بخشے تو اللہ نے اس کے ارادے کے برخلاف اس کو سزا دی اور اسکی خواہشات کے درمیان حائل ہو گیا۔ پس جابروں کا سر کچل دینے والے اللہ نے اس کا سر کچل دیا اور عزت و قدرت رکھنے والے حاکم کی حیثیت سے اس نے اسکو پکڑ لیا۔ اور تمہارے رب کی پکڑ ایسی ہی تھی۔ جب اس نے ان بستیوں کی پکڑ کی جو ظالم ہو گئی تھیں۔ یقیناً اس کی پکڑ سخت دردناک ہوتی ہے۔

(تاریخ ابن کثیر شامی جلد ۸ صفحہ ۲۳۲ طبع بیروت)

یزیدؑ کے حکم سے مسلم بن عقبہ نے مدینۂ رسولؐ کی جس انداز کے ساتھ اینٹ سے اینٹ بجائی۔ اصحاب رسول ان کی اولاد کی قتل و غارت اور تین دن تک اپنی فوج کے لیئے مدینہ کو مباح قرار دیا اور پھر جو کچھ یزیدی سپاہیوں سے ہو سکا انہوں نے اپنی خواہشات کی تکمیل کی اُسے ابنِ کثیر نے جس مندرجہ بالا جملہ میں ادا کیا ہے کہ

" مدینہ نبویہ میں ایسے عظیم مفاسد برپا ہوئے کہ نہ ان کی کوئی حد ہے نہ ان کو بیان کیا جا سکتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا"

اس سے اندازہ لگایئے کہ اہل مدینہ کو تہ تیغ کرنے کے علاوہ خواتین مدینہ سے یزیدی سپاہ نے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں تین یوم متواتر کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ اسی المناک واقعہ کو واقعہ حرّہ کہا جاتا ہے۔ یہی وہ ایام تھے جن میں مسجدِ نبوی میں اذان دینا تو درکنار اس کی عزت و حرمت پامال ہوئی۔

## ابنِ کثیر نے اپنے جملہ کی وضاحت کردی

یعنی حافظ ابنِ کثیر سے مدینہ منورہ کے صحابہ کرام کی قتل و غارت اور خواتین کی بے حرمتی برداشت نہ ہو سکی تو وہ اس جملہ کی وضاحت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ :

(۱)

تاراجیٔ مدینہ بُدھ کے دن ۲۸ر ذوالحجہ سنہ ۶۳ھ کو ہوئی۔ اس واقعہ میں کم از کم ایک ہزار لڑکیاں جو غیر شادی شدہ تھیں۔ فعل حرام کے ذریعہ حاملہ ہوئیں۔

(۲)

(صحابہ کرام سے) حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر بن عبداللہ انصاری

نے غاروں میں چھپ کر جان بچائی۔

سعید ابن مُسیّب گرفتار ہو کر مسلم بن عقبہ کے سامنے پیش ہُوا تو اُس نے کہا کہ یزید لعین کی بیعت کرو تو سعید بن مُسیّب نے جواب دیا کہ اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ یزید لعین ابو بکرؓ و عمرؓ کی سیرت پر چلے مسلم بن عقبہ نے اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ مگر ایک شخص نے گواہی دے کر اُسے بچایا کہ یہ تو پاگل ہے۔

(۳)

حضرت معقل ابن سنان کو مسلم بن عقبہ کے سامنے باندھ کر قتل کیا گیا۔

(۴)

زہری جو خود اہلِ مدینہ میں سے تھے کا بیان ہے کہ واقعۂ حرّہ میں سات سو افراد مہاجرین وانصار سے قتل ہوئے اور دیگر لوگوں میں سے جو آزاد یا غلام تھے۔ تقریباً دس ہزار افراد مارے گئے۔

(تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صہ ۲۱۹ تا صہ ۲۲۱)

## خانہ کعبہ پر حملہ

یزید ملعون نے ۶۴ھ میں خانہ کعبہ پہ حملہ کرایا۔ یہی حافظ ابن کثیر بیان کرتا ہے کہ

ترجمہ: بروز ہفتہ ۳ ربیع الاوّل ۶۴ھ کو یزیدی لشکر نے جب منجنیقوں کے ذریعہ خانہ کعبہ پر آگ برسائی تو اللہ کا گھر خاکستر ہو گیا۔

(تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صہ ۲۲۵ طبع بیروت)

خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم علیہ السلام بھی موجود ہے اور وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی دیواریں بلند کی تھیں۔ جس پر بہ اعجاز آپ کے قدموں کا نشان ثبت ہو گیا تھا اور وہ پتھر اس عظمت کا حامل ہو گیا کہ ارشادِ باری تعالیٰ

ہوتا ہے۔ کہ

واتخذوا من مقام ابراھیم مصلًّی (سورہ بقر)

ترجمہ:۔ اور تم لوگ مقام ابراہیم کو مصلّا بناؤ۔

اسی طرح اس کو خدا تعالٰے کی روشن نشانیوں میں سے قرار دیا گیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ فیہ آیات بیّنات مقام ابراھیم (آل عمران)

خانہ کعبہ میں بہت سی روشن نشانیاں ہیں منجملہ ان کے مقام ابراہیم ہے۔

اس قدر حُرمت وعظمت والے مقام کو جو اللہ کا گھر کہلاتا ہے اور جس کی جانب تمام عالم کے مسلمان نماز میں اگر رُخ نہ کریں تو نماز ہی نہیں ہوتی اسے پتھروں سے اُڑانا اور اس پر آگ برسانا بھی یزیدی کارنامہ ہے۔

واقعہ کربلا میں خاندان تاجدارِ ختمِ نبوت کی قتل وغارت اور مخدرات عصمت کی بے حُرمتی تو ۶۱ھ میں ہوئی۔ دو خاندانوں کی رقابت والی بات ختم ہوگئی اب مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے یزید ملعون کا سلوک ابنِ کثیر کی زبانی ہم نے بیان کر دیا۔ حافظ عماد الدین ابنِ کثیر خود شامی ہے۔ آلِ رسول سے تعصب رکھتا ہے بنی اُمیہ خصوصاً معاویہ و یزید کا حامی ہے۔ اپنے استاد کے نقش قدم پر چلنا سعادت سمجھتا ہے۔ مگر اس قسم کا مؤرخ ان واقعات کو لکھنے پر مجبور ہوا جس سے دو خاندانوں بنی اُمیہ، بنی ہاشم کی رقابت والا قصہ یا یہ کہ یزید کا قتل حسین میں ہاتھ نہ تھا۔ سراسر غلط ثابت ہوا۔ مدینہ اور مکہ کی بے حرمتی نیز وہاں کے ایمان سوز واقعات سے یہ بھی کھل کر ثابت ہوگیا کہ یزید ملعون خداؑ اور رسولؐ کا باغی ہے۔ لھذا اس پر جس قدر لعنت کی جائے وہ کم ہے۔

# الحمد للہ

کہ علمی منصوبہ کی پانچوں کڑیاں بتدریج اختتام پذیر ہوئیں۔
جملہ اُمیدواروں نے اس سلسلہ میں جسقدر دلچسپی کا مظاہرہ کیا
وہ قابل صد تحسین ہے

سالانہ امتحان کے لئے ۱۸ جولائی ۱۹۸۶ء مقرر کر دی گئی ہے

## چونکہ

دینی تعلیم کا یہ جدید طریقہ رضا کارانہ حیثیت کا حامل رہا ہے

**لہٰذا** اکثر احباب کے مشورہ کے مطابق سالانہ امتحان کا پرچہ جو پانچوں کتب پر مشتمل ہوگا براہ راست اُمیدواروں کو ارسال کیا جائے گا۔ جسے وہ کتبِ مذکورہ کی مدد سے حل کرنے کے مجاز ہوں گے۔
یہ طریق کار صرف اعتماد کے پیشِ نظر اختیار کیا گیا ہے

## مگر

اُمیدواروں کو اپنی قابلیت اور ذہانت کا مظاہرہ کرنا ہوگا
جس کے خصوصی نمبر ہوں گے

سیّد عارف مرتضیٰ البخاری
ناظم شعبہ امتحانات

**نوٹ:۔** سال ۱۴۰۷ھ کے لئے داخلہ اگست ۱۹۸۶ء سے شروع ہوگا۔
پراسپکٹس اور فارم داخلہ ۶۰ پیسے کا ٹکٹ ڈاک ارسال کر کے حاصل کریں۔

سیّد شاہد رضا زیدی
ناظم شعبہ نشر و اشاعت

# کتاب المسائل

ناشر

شعبہ تعلیمات مرکز تحقیقات اسلامیہ سرگودھا

# خدّام
# مرکز تحقیقات
# اسلامیّہ

سیّد بشیر حسین بخاری
بانی و صدر

کرنل سیّد فدا حسین نقوی
ناظم اعلیٰ

سیّد رضی مرتضیٰ بخاری
ناظم الامور

آیۃ اللہ العظمیٰ الزعیم المصلح آقائی الحاج
مرزا حسن الحائری الاحقاقی مدظلہ العالی
سرپرست

سیّد محمد عابدی
ناظم شعبہ تالیفات

سیّد عارف مرتضیٰ بخاری
ناظم شعبہ امتحانات

سیّد شاہد رضا زیدی
ناظم نشر و اشاعت

سیّد طاہر مرتضیٰ بخاری
ناظم دفتر